كشف شبهات المجادلين

عن عساكر الشرك وأنصار القوانين

شرکیہ قوانین کی حمایت کرنے والوں کے شبہات کا ازالہ

تالیف: ابو محمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ

ترجمہ: ابو جنید حفظہ اللہ

الموحدین

اسلامی لائبریری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشف شبہات المجادلین

عن عساکر الشرك وانصار القوانین

شرکیہ قوانین کی حمایت کرنے والوں کے شبہات کا ازالہ

تالیف: ابو محمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ

ترجمہ: ابو جنید حفظہ اللہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
Website: http://www.muwahideen.co.nr
Email: help@tawhed.webege.com

نام کتاب	:	شرکیہ قوانین کی حمایت کرنے والوں کے شبہات کا ازالہ
مؤلف	:	فضیلۃ الشیخ ابو محمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ
مترجم	:	فضیلۃ الشیخ ابو جنید حفظہ اللہ
تاریخ اشاعت اول :		
صفحات	:	80
تعداد	:	1100
ناشر	:	مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۃ الطبعۃ الاولیٰ

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ ومن والاہ ، وبعد

پیش نظر رسالہ میری ان تحریروں میں سے ایک ہے جو میں نے اپنی اسیری کے دوران لکھی ہیں۔ یہ ۱۴۱۶ھ کی بات ہے جب میں سواقہ کے جیل میں قید تھا۔ اس تحریر کا مقصد ہے ان لوگوں کی غلط فہمیوں اور شبہات کا ردّ وازالہ کرنا جو قوانین (انسانی) کی حمایت کرنے والے ہیں۔ یہ تحریر جس وقت لکھی گئی اس وقت تک اللہ کے فضل سے ہماری دعوت اندرون وبیرونِ جیل پھیل گئی تھی۔ اس دعوت کے پھیلنے اور مقبول عام ہونے سے موحدین کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دلوں کو اطمینان نصیب ہوا جبکہ مشرکین وبے دین لوگوں کی نیندیں حرام ہوئیں ارجاء وتجہم کے حامل لوگوں نے ہماری دعوت کے جہاد اور تکفیر سے خود کو محفوظ رکھنے اور رسوائی سے خود کو بچانے کے لیے اس طرح کے شبہات پھیلانے شروع کیے اس طرح وہ دعوتِ توحید کا راستہ روکنا اور شرک کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے آسان فہم اندازبیان اختیار کرکے یہ سطور تحریر کی ہیں تاکہ ان کے شبہات وخیالات کا ردّ ہوسکے اور اپنی اس مبارک تحریک میں شامل ہونے والے افراد کی رہنمائی ہوسکے۔ اللہ کے فضل سے ہم نے جس مقصد کے لیے یہ رسالہ لکھا ہے وہ مقصد پورا ہوگیا۔ اس کا اتنا فائدہ ہوا کہ عام موحدین بھی قانون کی ڈگریاں لینے والوں کو لاجواب کردیتے تھے وہ لوگ جو کہ اپنی ڈگریوں اور اپنے کالجوں پر فخر کرتے تھے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی بات سچ ثابت ہوئی کہ ''کبھی ایسا ہوتا ہے کے توحید کے دشمنوں کے پاس بہت سے علوم ہوتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (غافر:83)

''جب ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لائے تو وہ اس (علم) پر اترانے لگے جو ان کے پاس تھا اور جس چیز کا وہ مذاق اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔''

ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ دین اسلام میں سے اتنا کچھ حاصل کرے جس کی مدد سے ان شیاطین کا مقابلہ کر سکے۔ ان شیطانوں کے مقابلے سے گھبرانا نہیں چاہیے اس لیے کہ:

اِنَّ كَيۡدَ الشَّيۡطٰنِ كَانَ ضَعِيۡفًا (النساء:76)

''شیطان کی چال بہت کمزور ہے۔''

موحدین میں سے ایک فرد بھی مشرکین کے ہزاروں علماء پر غالب آسکتا ہے اس لیے کہ اللہ فرماتا ہے:

وَاِنَّ جُنۡدَنَا لَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ (الصافات:173)

''بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔''

اللہ کا لشکر بیان و دلیل کے ساتھ بھی غالب آئے گا جس طرح کہ تلوار کے ساتھ غالب آتا ہے (جب میں نے جیل میں یہ چند اوراق لکھ لیے تو) میرے کچھ جیل کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم ان کی مزید نقول بناتے ہیں اور قیدیوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے اس کے نسخے سپاہیوں اور جیل کے دیگر لوگوں میں بھی تقسیم کیے جنہیں ہم دعوت دیتے رہتے تھے کہ شرک کے تمام امور قوانین اور طاغوتوں کے کفر سے براءت کا اعلان کریں۔ ان میں سے اکثر لوگ اسی قسم کے شبہات کا اظہار کرتے تھے (جن کا جواب ہم اس تحریر میں دے رہے ہیں) جب میں نے یہ سطور تحریر کیں تو اس کی طباعت اور نشرواشاعت کا میرا ارادہ نہیں تھا اس لیے کہ یہی باتیں میری ان کتابوں میں موجود تھیں جو میں نے تفصیل سے لکھی ہیں مثلاً ''امتاع النظر فی کشف شبہات مرجئۃ العصر'' وغیرہ ایک وجہ یہ بھی تھی شائع نہ کرنے کی کہ یہ میں نے اپنے ذہن وحافظے کی مدد سے انتہائی اختصار کے ساتھ لکھا تھا۔ اس لیے کہ جیل میں وسائل دستیاب نہیں تھے۔ جب میں جیل سے رہا ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ میری یہ تحریر انٹرنیٹ پر جاچکی ہے اور بہت سے نوجوانوں نے آسان فہم اور مختصر ہونے کی وجہ سے اسے بہت پسند کیا ہے۔ اگرچہ اس میں بعض مقامات پر طباعت و کتابت کی غلطیاں بھی تھیں اور کچھ مقامات پر کمی بیشی کا بھی تقاضا کر رہی تھی۔ کچھ دوستوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اس طبع شدہ نسخہ پر نظر ثانی کرلوں تاکہ اس میں کہیں کہیں جو خامیاں ہیں وہ دور ہوں اور حتی الوسع غلطیوں اور کوتاہیوں سے مبرا شائع ہو۔ (وماتوفیقی الاباللہ علیہ توکلت والیہ انیب) اللہ سے دعا ہے کہ وہ میری اس تحریر کو میرے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے نفع کا ذریعہ بنائے۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی شریعت کی پابندی کریں اور اس کی حفاظت بھی کریں اس کا ہر محاذ پر دفاع کریں دعا ہے کہ وہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے۔ وصلی اللہ علی نبیہ محمد وعلٰی آلہ وصحبہ اجمعین

ابو محمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ

صفر 1420 ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله ومن والاه ، وبعد

چند شبہات ہیں جو ان لوگوں کی زبانوں پر عام ہیں جو طاغوت کے لشکر اور قوانین کے دفاع میں پیش پیش رہتے ہیں نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ یہ باتیں وہ لوگ بھی کرتے ہیں جو خود مشرکین کے آلہ کار ہیں اور دین کا صرف نام جانتے ہیں صرف رسمی طور پر اس سے واقف ہیں۔ ان شبہات کے سہارے وہ موحدین سے جھگڑتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں سے آمادئہ جنگ رہتے ہیں تاکہ یہ اپنی گمراہی اور شرک مسلمانوں میں پھیلا سکیں اور طاغوت کا دفاع کر سکیں حالانکہ اللہ نے طاغوت سے اجتناب اور اس سے انکار کا حکم دیا ہے۔

ایک جگہ فرمان ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل:36)

”ہم نے ہر امت میں ایک رسول مبعوث کیا (جو ان سے کہتا تھا) کہ اللہ کی عبادت کرو طاغوت سے اجتناب کرو۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ (النساء:60)

”یہ لوگ چاہتے ہیں کہ فیصلے طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس (طاغوت کا انکار کریں۔“

ان ظالموں نے وہ بات بدل ڈالی جو ان سے کہی گئی تھی۔ طاغوت سے انکار کے بجائے یہ لوگ طاغوت کی حفاظت، حمایت اور دفاع کرتے ہیں ہر وقت اس کے دفاع وتحفظ پر کمربستہ رہتے ہیں اس طاغوت کے لیے اپنی زندگیاں قربان کرتے ہیں اس کی راہ میں اپنے اوقات صرف کرتے ہیں اپنی عمریں گنواتے ہیں۔ اور جب ہم ان میں سے کسی کو توحید کی یا شرک سے بیزاری کی طرف دعوت دیتے ہیں تو وہ ان شبہات کو سامنے لاتے ہیں جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈال دیے ہیں ان شبہات کی وجہ سے انہوں نے حق کو باطل اور روشنی کو اندھیرے کے ساتھ خلط کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيۡنَ الۡاِنۡسِ وَ الۡجِنِّ يُوۡحِىۡ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا وَ لَوۡ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوۡهُ فَذَرۡهُمۡ وَمَا يَفۡتَرُوۡنَ (الانعام:112)

"اسی طرح ہم نے ہر نبی کا دشمن پیدا کیا ہے انسانوں میں سے اور جنات میں سے وہ ایک دوسرے کو مزین وملمع شدہ بات کی وحی کرتے ہیں جو دھوکہ پر مبنی ہوتی ہے اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کر پاتے انہیں ان کی بنائی ہوئی باتوں کو (اپنے حال پر) رہنے دیں اور تاکہ اس کی طرف مائل ہوں ان لوگوں کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور تاکہ وہ اسے راضی کریں اور تاکہ وہ عیب لگائیں جو لگانا چاہتے ہیں۔ (یا گناہ کریں جو کرنا چاہتے ہیں)"

اس آیت میں اللہ نے اس بات کی وضاحت کر دی کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے انہی کے دل اس طرح کی مزین شدہ جھوٹی باتوں کی طرف مائل ہوتے ہیں وہی ان کے شبہات کو پسند کرتے ہیں تاکہ اپنے باطل نظریہ کو چھپا سکیں اور اپنے شرکیہ خیالات کی پردہ پوشی کر سکیں اور جو عیوب لگانا چاہتے ہیں لگائیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

لَوۡ خَرَجُوۡا فِيۡكُمۡ مَّا زَادُوۡكُمۡ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَا اَوۡضَعُوۡا خِلٰلَكُمۡ يَبۡغُوۡنَكُمُ الۡفِتۡنَةَ وَ فِيۡكُمۡ سَمّٰعُوۡنَ لَهُمۡ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ (التوبۃ:47)

"اگر یہ تم میں مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لیے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے ان کے ماننے والے خود تم موجود ہیں، اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔"

اس آیت میں اللہ نے یہ بتایا ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں ایسے لوگ ہیں جو منافقین کی باتوں اور شبہات کو توجہ سے سنتے ہیں یہ سب باتیں سامنے رکھ کر ہی ہم نے اس سطور کے ذریعے ان لوگوں کے مشہور شبہات کا جواب دینے کا ارادہ کیا موقع محل کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم انتہائی اختصار سے کام لیں گے تاکہ ہر شخص کے لیے ان کا پڑھنا آسان ہو حتی کہ طاغوتوں کے حمایتی بھی انہیں پڑھیں۔

اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ان چند اوراق کے ذریعے سے بہرے کان سننے لگیں۔ اندھی آنکھیں دیکھنے لگ جائیں اور سوئے ہوئے دل جاگ جائیں۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ہم نے اپنی اس تحریر میں ان کے مشہور ترین شبہات پر بحث کی ہے۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

① احکام کو کافر نہ کہنا کفر اکبر نہیں بلکہ کفر دون کفر ہے (اس لیے کہ)

② یہ حکمران لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہیں

③ یہ نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں

④ جس نے کسی مسلمان کو کافر کہا تو وہ (خود) کافر ہو گیا

⑤ لاعلمی عذر ہے

⑥ اکراہ، کمزوری، رزق اور مصلحت

وصلی اللہ علی نبیہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

ابو محمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ

جیل خانہ سواقہ: ربیع الاول 1416ھ

پہلا شبہ

حکام کو کافر نہ سمجھنا کفر اکبر نہیں بلکہ کفر دون کفر ہے

انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کا دفاع کرنے والے کہتے ہیں: جن اصول کو بنیاد بنا کر تم لوگ حکام کے مدد گار اور حمایتیوں کی تکفیر کرتے ہو ہم اس اصول کی مخالفت کرتے ہیں اس لیے کہ ان حکومتوں کا کفر ہمارے نزدیک کفر دون کفر ہے جیسا کہ ابن عباسt کی رائے ہے۔ لہٰذا ہر وہ فروعی مسئلہ جس کی بنیاد پر تم حکام کو کفر اکبر کا مرتکب قرار دیتے ہو وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے (اس لیے کہ ہم آپ کے اصول سے متفق نہیں ہیں تو ان اصول پر مبنی فروع پر کیسے متفق ہو سکتے ہیں)۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ: کوئی بھی مسئلہ ہو اس میں لوگوں کا باہمی اختلاف ہوتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس مسئلے کی صحیح وضاحت نہیں ہو سکتی اور حق بات سامنے نہیں آسکتی اس لیے کہ ہر اختلاف معتبر نہیں ہوتا۔ حق ایک ہی ہوتا ہے متعدد حق نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَاذَا بَعۡدَ الۡحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (یونس:35)

"حق کے بعد گمراہی کے علاوہ اور کیا ہے۔"

دوسری جگہ فرمان ہے:

وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا (النساء:82)

"اگر یہ (قرآن) اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یہ لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔"

اسی لیے علماء کہتے ہیں کہ تنوع کا اختلاف احتمالات رکھتا ہے اس لیے کہ یہ فروع میں اختلاف ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ بنتی ہے کہ ایک شخص ایک حدیث کو صحیح سمجھتا ہے دوسرا اسے ضعیف کہتا ہے یا کسی فقیہ کو حدیث نہیں پہنچی ہوتی۔ البتہ وہ اختلاف جو دین کے اہم مسائل میں ہوتا ہے جیسے شرک توحید ایمان اور کفر اور خاص کر جب یہ اختلاف تنوع کا نہیں ہوتا بلکہ تضاد کا ہوتا ہے تو اس وقت کسی کے لیے جائز نہیں ہوتا کہ اس اختلاف کو پسند کرے یا برقرار رکھے یا اس کو بنیاد بنا کر مرتد و مشرک لوگوں سے دوستی کرے یا ان کی مدد کرے۔ بلکہ ایسے اختلافات میں بہت ضروری اور لازمی ہوتا ہے کہ مسئلے کی

بنیاد اسلام کے مضبوط ترین کڑے پر رکھے اور حق تک پہنچنے کی کوشش کرے اس لیے کہ اللہ نے ہمیں بے کار و بے فائدہ نہیں چھوڑ رکھا اور نہ ہی ہمیں بے فائدہ پیدا کیا ہے۔

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ (المؤمنون:115)

''کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ و بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟''

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کسی قسم کی کمی نہیں کی:

مَّا فَرَّطۡنَا فِی الۡكِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ (الانعام:38)

''ہم نے اپنی کتاب میں کسی قسم کی کمی نہیں چھوڑی۔''

لہٰذا ایسی کوئی بھلائی والی بات نہیں جس کا ذکر اللہ نے نہ کیا ہو اور ہمیں اس کی ترغیب نہ دی ہو اسی طرح جو بھی شر ہے برائی ہے اللہ نے اس سے ہمیں خبردار کیا ڈرایا ہے۔

لِّيَهۡلِكَ مَنۡ هَلَكَ عَنۡۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحۡيٰى مَنۡ حَیَّ عَنۡۢ بَيِّنَةٍ (الانفال:42)

''تاکہ جو ہلاک ہو، دلیل پر (یعنی یقین جان کر) ہلاک ہو اور جو زندہ رہے، وہ بھی دلیل پر (یعنی حق پہچان کر) زندہ رہے۔''

ان طاغوتی حکام کو کافر قرار دینے کا جو مسئلہ ہے یہ اس آدمی کے ذہن میں سورج سے بھی زیادہ واضح اور روشن ہے جسے دین کی سمجھ ہے اور جو توحید سے واقفیت رکھتا ہے مگر جس آدمی کی آنکھیں دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں اسے اگر سورج نظر نہیں آتا تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ ہم ان سطور میں اسی کور چشمی کا علاج کرنا چاہتے ہیں ہم ان آنکھوں کا علاج توحید کے مرہم اور کتاب و سنت کے سرمے سے کریں گے لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ پہلے جاننا چاہیے کہ یہ طاغوتی حکمران ایک قسم کا کفر نہیں کرتے تاکہ ان کے کمزور شبہات کی وجہ سے ان پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے جن کی بنیاد ابن عباسt کی طرف منسوب قول پر رکھی گئی ہے اور کفر دون کفر کہہ کر درگذر کر لیا جائے بلکہ یہ طاغوتی حکمران و حکام کئی اقسام کے کفر میں ملوث ہیں جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

- **کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کے دو ایسے بنیادی رکن ہیں۔ جن میں ایک دوسرے کے بغیر کافی نہیں ہو تا بلکہ اس کی گواہی کو مکمل کرنے کے لیے دونوں ارکان کی موجودگی لازمی ہے:**

پہلا رکن ہے نفی یعنی ''لا الٰہ ''کوئی معبود نہیں: دوسرا رکن ہے اثبات ''الا اللہ'' قرآن کے الفاظ میں جنہیں کفر بالطاغوت اور ایمان باللہ کہا گیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (البقرہ:265)

''جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔''

جس نے ان دونوں ارکان کو نہیں تھاما تو اس نے مضبوط کڑے کو بھی نہیں تھاما۔ اور جس نے مضبوط کڑے کو نہیں تھاما تو وہ ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو گیا اس لیے کہ وہ موحدین کے زمرے میں نہیں ہے بلکہ مشرکین یا کافروں میں شمار ہو گا۔ اب یہ جو حکام ہیں انہوں نے اللہ کے ساتھ شریک بنا رکھے ہیں جو ان کے لیے شریعت بناتے ہیں اگر ہم ان کے دفاع کرنے والوں کی بات تسلیم کر لیں کہ یہ حکام مؤمن ہیں تو یہ حکام دائرہ توحید میں داخل نہیں ہو سکتے (صرف دعویٰ کی بنیاد پر) اس لیے کہ ایک رکن ابھی باقی ہے جس کو اللہ نے ایمان سے ذکر کیا ہے اور وہ کفر بالطاغوت ہے۔ کفر بالطاغوت کے بغیر ان کا ایمان اللہ پر ایسا ہی ہے جیسا کہ قریش کا ایمان تھا وہ بھی اللہ پر ایمان رکھتے تھے مگر اپنے طاغوتوں کا انکار نہیں کرتے تھے ۔ جبکہ ہر شخص کو یہ معلوم ہے کہ ان کے اس طرح ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا نہ ان کی جان محفوظ رہی نہ مال جب تک کہ اس کے ساتھ انہوں نے طاغوت کا انکار اور اس سے بیزاری کا اعلان نہ کر دیا اس سے پہلے ان کا وہ ایمان جو کہ ظاہری شرک کے ساتھ مخلوط تھا اس نے انہیں نہ دنیاوی معاملات میں فائدہ دیا نہ آخرت کے لیے کار آمد تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ (یوسف:106)

''ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے مگر مشرک ہوتے ہیں۔''

شرک ایمان کے منافی اور اعمال کو برباد کرنے والا ہے۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (زمر:65)

''اگر آپ نے شرک کر لیا تو آپ کے اعمال برباد ہو جائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔''

جبکہ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ حکام مشرق و مغرب کے طاغوتوں کا انکار نہیں کرتے نہ ہی ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ بلکہ یہ تو ان طاغوتوں پر ایمان لاتے ہیں ان سے دوستی کرتے ہے اپنے معاملات واختلافات کے فیصلے ان کے پاس لے جاتے ہیں ان کے کفریہ احکام کو پسند کر چکے ہیں ان کے ملکی قوانین کو تسلیم کر چکے ہیں اور یہ سب کچھ اقوام متحدہ کی چھتری کے نیچے یا اقوام متحدہ کے نام پر اس کے پلیٹ فارم پر ہو چکا ہے اور ان کے کفریہ عدالتوں میں بھی یہی قوانین رائج ہیں۔ اسی طرح عرب طاغوت بھی ہیں ان کے معاہدات بھی کافر بے دین اقوام کی طرح ہیں یہ بھی تمام طاغوتوں کے دوست اور حمایتی بلکہ ان کے غلام ہیں نہ ان سے کنارہ کشی کرتے ہیں نہ ان کی مدد و حمایت سے دست کش ہوتے ہیں نہ ہی ان کے شرک کے اظہار سے اجتناب کرتے ہیں تاکہ وہ شرک سے نکل آئیں اور انہیں مسلمان کہا جاسکے۔ اگر کسی کو عرب طاغوتوں کے بارے میں شک ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے آدمی کی نظر ختم ہو چکی ہے۔ اس لیے کہ یورپ ہو یا مشرق کے نصاریٰ کمیونسٹ ہو یا ہندو ان سب کا کفر تو کسی اندھے سے بھی مخفی نہیں اور یہ عرب ان کے ساتھ دوستیاں رکھتے ہیں بلکہ محبت اور بھائی چارے کے تعلقات رکھے ہوئے ہیں ان کے درمیان اقوام متحدہ کی صورت میں رابطہ موجود ہے جو کہ ایک کفریہ مجلس ہے۔ تنازعات کے وقت یہ لوگ اپنے فیصلے اسی اقوام متحدہ کی کفریہ عدالت کے پاس لے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے توحید کا رکن اول ثابت نہیں کیا جو کہ اہم رکن ہے یعنی کفر بالطاغوت، ایسا کرتے تو مسلمان کہلاتے۔ اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ انہوں نے دوسرے رکن (ایمان باللہ) کو ثابت کر دیا ہے تو اس کی کیا حیثیت باقی رہتی ہے جبکہ یہ خود طاغوت بنے ہوئے ہیں اور اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کی جاتی ہے یہ لوگوں کے لیے شریعت (قانون) بناتے ہیں جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی لوگوں کو (اس شریعت و قانون کی طرف) دعوت دیتے ہیں اور لوگوں کو اسی قانون کی طرف لے جاتے ہیں اور انہیں پابند کرتے ہیں کہ ان کے بنائے ہوئے قوانین باطلہ پر عمل کریں۔

- ## ان کا ایک کفریہ بھی ہے کہ اللہ کے دین کا مذاق اڑاتے ہیں:

انہوں نے دین کا مذاق اڑانے والے ہر شخص کو اس کام کی اجازت دے رکھی ہے کہیں صحافت کی آزادی کے نام پر کہیں آزادی رائے کے نام پر اور ٹیلی ویژن کو ہر قسم کی فحاشی اور کفریات عام کرنے کی اجازت دے رکھی ہے بلکہ اسے قانونی تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (التوبۃ:65)

"کیا اللہ اور اس کے رسول اور اس کی آیتوں کے ساتھ تم استہزاء کرتے ہو؟ معذرت مت کرو تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔"

یہ آیات ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو مسلمان تھے۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے تھے۔ زکاۃ دیتے تھے اسلام کے بعد سب سے بڑے غزوہ میں مسلمانوں کے ساتھ جا چکے تھے مگر اس کے باوجود اللہ نے انہیں کافر قرار دیا اس لیے کہ ان سے کچھ ایسے کلمات صادر ہوگئے تھے کہ جن میں کتاب اللہ حفظ کرنے والوں کا مذاق اڑایا گیا تھا۔ اب ان لوگوں کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو اللہ کے دین کا خیال نہیں کرتے اسے انہوں نے کھلونا بنا رکھا ہے ہر شخص اس کا مذاق اڑاتا ہے اسے انہوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے ان سب باتوں سے بڑھ کر (ان کا گناہ یہ ہے کہ) انہوں نے دین اسلام کو اپنے خود ساختہ قوانین کے برابر ٹھہرایا ہوا ہے۔ دینی احکام پر اعتراضات کرتے ہیں اس کے بارے میں مشاورت کرتے ہیں اس کے اوامر ونواہی پر بحث کرتے ہیں (کہ قابل عمل و قابل نفاذ ہیں یا نہیں؟) اس معاملے میں یہ (نام نہاد مسلمان) لادین لوگوں کے ساتھ نصاریٰ اور ملحدین کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اس سے بڑھ کر دین کی توہین اور اس کے ساتھ تمسخر اور کیا ہو گا؟

- **ان کا کفر یہ بھی ہے کہ انہوں نے مغرب و مشرق کے مشرکین کے ساتھ دوستی کر رکھی ہے اور موحدین کے خلاف ان کا ساتھ دے رہے ہیں:**

(مشرکوں کے ساتھ ان کا تعاون) باہمی امن معاہدے کے نام پر ہوتا ہے جس میں انہوں نے موحدین کو دہشت گرد یا بنیاد پرست قرار دیا ہے۔ اور آپس میں) یہ مسلم و مشرک حکومتیں) موحدین کے بارے میں معلومات کا تبادلہ کرتی رہتی ہیں۔ اس طرح یہ خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ) مسلمانوں میں) موحدین (دہشت گرد) یا بنیاد پرست کہہ کر (بدنام کریں اور ان کے خلاف کاروائی کریں)۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (المائدہ:51)

"تم (مسلمانوں) میں سے جو (ان کفار) کے ساتھ دوستی کرے گا تو وہ انہی میں سے ہے ہو گا۔"

اسی وجہ سے شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ (اسلام کے منافی امور میں سے) آٹھواں ہے۔ مشرکین کا ساتھ دینا اور موحدین کے خلاف ان کی مدد کرنا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (الحشر:11)

''کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا؟ کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں اگر تم جلاوطن کیے گئے تو ضرور بالضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے اور تمہاری بارے میں ہم کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی جائے گی تو بخدا ہم تمہاری مدد کریں گے، لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ قطعاً جھوٹے ہیں۔''

اس آیت کے بارے میں شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کے پوتے شیخ سلیمان بن عبد اللہ رحمہ اللہ اپنے رسالہ حکم موالاۃ اہل الاشراک میں لکھتے ہیں: یہ آیات ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو بظاہر مسلمان تھے اور انہیں دنیاوی معاملات کی حد تک مسلمان ہی سمجھا جاتا رہا ان سے مسلمانوں والا سلوک کیا جاتا رہا اس لیے کہ مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ وہ ظاہر کو دیکھیں لیکن جب ان لوگوں نے یہودیوں کے ساتھ موحدین کے خلاف مدد کرنے کا معاہدہ کر لیا (حالانکہ اللہ کو معلوم تھا کہ وہ لوگ اس اتفاق کے اظہار میں بھی جھوٹے ہیں) ان کے اور اہل کتاب کے درمیان یہ جو بھائی چارے کا وعدہ ہوا تو اس کی بنا پر اللہ نے ان کو اہل کتاب کا بھائی اور کافر قرار دیا۔ اب اس پر کیا حکم لگائیں گے جو موحدین کے خلاف مشرکین کے ساتھ معاہدے کرتا ہے ان کے ساتھ اتفاق کرتا ہے اور مشرق و مغرب (پوری دنیا) کے بنائے ہوئے قوانین کا غلام ہے موحدین سے لڑتا ہے اور انہیں پکڑ پکڑ کر کافر حکومتوں کے حوالے کرتا ہے؟ یہ بغیر کسی شک وشبہ (کفر) کے اس حکم میں داخل ہے۔

- **ان کا کفر یہ بھی ہے کہ انہوں نے جمہوریت کو اللہ کے دین کا متبادل قرار دے کر اس کی پیروی شروع کر دی ہے:**

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (المائدہ:19)

''اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔''

اسلام اللہ کا وہ حق اور سچا دین ہے جو اللہ نے محمد ﷺ کو دے کر دنیا میں بھیجا ہے جبکہ جمہوریت یونان کا ایجاد کردہ طرز حکومت اور نظام حیات ہے۔ یہ اللہ کا دین نہیں ہے لہٰذا یہ حق بھی نہیں ہے۔﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ﴾ ''حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے؟'' (یونس:۵۳) یہ (مسلمان) حکومتیں اور قومیں بغیر کسی مجبوری، جبر واکراہ کے خوشی، مرضی اور فخر کے ساتھ کہتی ہیں کہ ہمیں صرف جمہوریت ہی پسند ہے۔ جمہوریت اور اسلام جمع نہیں ہوسکتے اس لیے کہ اللہ صرف خالص اسلام کو قبول کرتا ہے اسلام ہی اللہ کا خالص دین ہے جس نے قانون سازی وشریعت سازی کا اختیار صرف ایک اللہ کو دے رکھا ہے جبکہ جمہوریت شرکیہ اور کفریہ نظام ہے جس نے قانون سازی کا حق اللہ کے بجائے قوم کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو کبھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص بیک وقت کفر اور اسلام کو اکٹھا کردے یا توحید اور شرک کو باہم ملائے بلکہ صرف اس صورت میں اللہ اسلام اور توحید کو قبول کرتا ہے جب بندہ ہر قسم کے دین سے خود کو علیحدہ کرکے صرف اور صرف اللہ کے خالص دین کو اپنائے بقیہ ادیان سے براءت کا اعلان کردے۔ اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے، انہوں نے کہا تھا:

إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ، وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَن نُّشْرِكَ بِاللَّهِ مِن شَيْءٍ (یوسف:37-38)

''میں نے اس قوم کا دین چھوڑدیا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتی اور وہ کافر ہے میں نے اپنے آباء ابراہیم اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کا دین اپنایا ہے ہمارے لیے لائق نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((من قال لاالٰه الاالله وكفر بمايُعبد من دون الله حرم ماله ودمه وحسابه على الله)) وفى رواية عند مسلم ايضاً((من وحّد الله ....))

''جس نے '' لاالٰہ الااللہ '' کا اقرار کیا اور اللہ کے علاوہ دیگر معبودوں کا انکار کیا تو اس کا مال اس کی جان محفوظ ہے اس کا حساب اللہ پر ہے۔'' مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے '' کہ جس نے اللہ کو ایک مان لیا۔'' (مسلم)

ادیان صرف یہودیت ونصرانیت نہیں ہیں بلکہ جمہوریت وکمیونزم بھی دین ہے اس طرح کے دیگر کافر ادیان ومذاہب دنیا میں موجود ہیں لہٰذا ان تمام ادیان باطلہ سے براءت کا اعلان کرنا ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو قبول فرمائے۔ جس طرح کہ اللہ کے دین میں یہ جائز نہیں ہے کہ انسان مسلمان بھی ہو اور نصرانی بھی ہو یا مسلمان بھی ہو یہودی بھی

ہو اسی طرح اللہ کو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ کوئی انسان مسلمان بھی ہو اور جمہوریت پسند بھی ہو اسلام اللہ کا دین ہے جبکہ جمہوریت کفریہ دین ہے۔

وَ مَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَ ہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ

''جس نے اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کر لیا تو وہ ہر گز قبول نہ ہو گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہو گا۔'' (آل عمران:85)

یہ تو تب ہے جب اسلام اور جمہوریت کو ملا دیا جائے دونوں کو اکٹھا کیا جائے اور جب اسلام کو چھوڑ دیا جائے اور اللہ کے احکام وحدود و شریعت کو چھوڑ کر جمہوریت کو اپنا لیا جائے اس کے احکام و قوانین کو اپنا لیا جائے تو تب کیا کہا جائے گا؟(کیا حکم لگایا جائے گا؟)

- ## ان کو اس لیے بھی کافر کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے خود کو اور اپنے متفرق آقاؤں کو اللہ کے برابر قرار دیا ہے:

یہ لوگ جس دین جمہوریت کو اپنا چکے ہیں یہ ان کے نزدیک اللہ سے بھی زیادہ اہم اور بڑا ہے اللہ کے احکام معطل کیے جا سکتے ہیں ان پر پابندی لگائی جا سکتی ہے جو ان کی مخالفت کرے یا ان سے بغض رکھے یا ان کا مذاق اڑائے تو وہ ان حکمرانوں کا پسندیدہ اور دوست ہوتا ہے ان کا قانون اس شخص کا دفاع کرتا ہے اور اس کو اعتقاد کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے اسے زندہ رہنے کا حق دیتا ہے حالانکہ وہ اللہ کے دین کی رو سے مرتد ہے۔ البتہ جو شخص ان کے قانون کی مخالفت کرے یا ان کے آئین و دستور پر اعتراض کرے یا ان کے بنائے مختلف خداؤں پر اعتراض کرے تو وہ اسے ناپسندیدہ قرار پاتا ہے قابل سزاء ہے اسے جیل میں ڈال دیا جاتا ہے اس کی مثالیں تو بہت سی ہیں یہاں ہم ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو شخص اللہ کو اس کے دین اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے عدالت اس کو ایک ماہ کی سزا دیتی ہے یا زیادہ سے زیادہ دو ماہ کی جبکہ ملک میں خدا بن کر بیٹھنے والے حکمران ان کے وزراء یا عمال حکومت میں سے اگر کسی کو برا بھلا کہا جائے تو یہی حکومت ایسا کہنے والے کو تین سال قید کی سزا دیتی ہے یہ لوگ خود کو اللہ کے برابر نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ حکمرانوں کی تعظیم اللہ سے زیادہ کی جاتی ہے۔ اگرچہ اس کو یہ لوگ حقیقتاً اللہ کی تعظیم طرح شمار نہیں کرتے ہیں۔(اللہ، رسول اور دین اسلام کی توہین کی سزاء دو ماہ اور حکمرانوں کی توہین کی سزاء تین سال؟) ان سے پہلے کے مشرکین (مشرکین مکہ) اپنے معبودوں سے ایسی محبت کرتے تھے جیسی محبت اللہ سے کرتے تھے انہوں نے ان معبودوں کو تعظیم، تشریع، حکم اور عبادت میں اللہ کے برابر قرار دیا تھا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللهِ (البقرة:165)

"کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھے ہیں ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کرتے ہیں۔"

فرمایا:

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الشعراء:97-98)

"اللہ کی قسم ہم (تمہیں پوجنے والے) واضح گمراہی میں تھے جب ہم نے تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھا تھا۔"

(یہ تو تھی پہلے والے مشرکین کی عادت یا طرز عمل) جبکہ ہمارے زمانے کے مشرک اتنے سرکش اور باغی ہو گئے ہیں کہ انہوں نے اپنے آقاؤں، خداؤں اور معبودوں کو اللہ سے بھی زیادہ تعظیم دے دی ہے (اللہ ان کی تمام ان باتوں سے بہت بلند ہے) جو بھی ان لوگوں کی عادات اور قوانین سے واقف ہے وہ ہماری بات سے ضرور اتفاق کرے گا۔ آئندہ سطور میں واضح ہو جائے گا کہ ان لوگوں کے نزدیک حقیقی حاکم اور شریعت ساز وہ ہے جو قوانین کی تصدیق کرتا ہے ان کو نافذ کرتا ہے اور وہ اللہ کا نہیں ہے نہ وہ قانون اللہ کا دین ہے بلکہ (ان کا حقیقی حاکم اور قانون ساز) ان کا طاغوت اور الٰہ ہے جس کی یہ اللہ سے بڑھ کر تعظیم کرتے ہیں۔ اللہ سے زیادہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے بنائے ہوئے قانون اس کے حکم کی مخالفت کرنے والے پر غصے ہوتے ہیں اس سے نفرت کرتے ہیں بلکہ اسے سخت سزائیں دیتے ہیں جیلوں میں ڈال دیتے ہیں ان پر ایسے ایسے کیس اور الزامات ڈال دیتے ہیں جو انہوں نے کیے بھی نہ ہوں حالانکہ اللہ کے دین اس کی شریعت کی توہین کی جا رہی ہو (تو یہ خاموش رہتے ہیں کسی قسم کی کاروائی نہیں کرتے) اس بات کی سب سے بڑی دلیل وہ حالات ہیں جن میں آج ہم رہ رہے ہیں (یعنی مصنف جیل میں اسی وجہ سے گیا تھا اس کی طرف اشارہ کر کے اسے بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ مترجم)

- **ان کا کفر یہ بھی ہے یہ اللہ کے ساتھ خود قانون ساز بنتے ہیں:**

یہ اس دور کا وہ شرک ہے جو انہوں نے رائج کر رکھا ہے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی دعوت دیتے ہیں انہوں نے اپنے آئین میں اللہ کے دین سے متصادم قوانین شامل کر رکھے ہیں یہ قوانین توحید کے منافی بھی ہیں اس لیے کہ انہوں نے ہر معاملے میں قانون سازی کو اپنا حق قرار دے دیا ہے۔

جیسا کہ اردن کے دستور کی اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے:

(۱) قانون سازی کا حق بادشاہ اور اس کے ماتحت اسمبلی ممبران کو حاصل ہے۔

(۲) قانون سازی کا ادارہ اپنی صلاحیت دستور کے مطابق استعمال کرے گا۔

جبکہ اللہ نے مشرکین کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ (الشوریٰ:21)

''کیا ان کے ایسے شریک بھی ہیں جو ان کے لیے شریعت بناتے ہیں دین میں سے جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی؟''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ (یوسف:39)

''کیا بہت سے متفرق ربّ بہتر ہیں یا ایک زبردست اللہ؟''

اللہ تعالیٰ نے قانون کی پیروی کے بارے میں فرمایا ہے:

وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡهُمۡ اِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُوۡنَ (الانعام:121)

''اگر تم نے ان کی پیروی کی تو تم مشرک ہو گے۔''

ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جنہوں نے قانون سازی کا پورا اختیار اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے؟ شریعت سازی کے معاملے میں یہ لوگ اللہ کے ساتھ شرک اکبر میں مبتلا ہو گئے ہیں ان کے آئین اور دستور کی یہ عبارت ''شریعت اسلامی بنیادی مصدر تشریعی مصادر میں سے'' اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ لوگ ایک اللہ کو شریعت ساز نہیں مانتے بلکہ ان کے ہاں قانون و شریعت کے متعدد ماخذ ہیں جن میں سے کچھ بنیادی اور کچھ فروعی ہیں۔ ان کے نزدیک شریعت اسلامی صرف ان ماخذ میں سے ایک ماخذ و مصدر رہے۔ بالفاظ دیگر ان کے ہاں شریعت بنانے والے خدا اور ربّ بہت سارے ہیں جن میں سے کچھ مرکزی یا بنیادی یا رئیسی ہیں اور کچھ فروعی ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ صرف دیگر خداؤں کی طرح ایک خدا ہے[1] ۔ (ان کے بنائے ہوئے خداؤں کے برابر۔ نعوذ باللہ) جس کو بھی ان لوگوں کے قوانین کے بارے میں معلومات ہے وہ جانتا ہے کہ ان کا رئیسی و بنیادی خدا وہ ہے جس کی تصدیق اور دستخط کے بغیر کوئی قانون ساز نہیں بن سکتا۔ ان کے طاغوت بادشاہ بھی ہیں

[1] اس کی مثالیں بہت سی ہیں جن کی تفصیل ہماری کتاب ''کشف النقاب عن شریعۃ الغاب'' میں ہم نے بیان کی ہیں وہاں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

گورنر بھی اور سردار بھی ہیں اور اگر کبھی آسمانوں کے ربّ یعنی اللہ تعالیٰ کے قانون پر کبھی عمل کرتے ہیں یا اسے قانون کے طور پر نافذ کرتے ہیں تو اس وقت جب ان کا خود ساختہ خدا اس پر دستخط کردے اس کے نفاذ کا حکم کرے۔ یعنی ان کا زمینی خدا آسمانوں کے اللہ کے قانون کی تصدیق کرتا ہے اس کے نفاذ کا حکم دیتا ہے تب وہ جاری ہو سکتا ہے ان لوگوں کا یہ کفر قریش کے کفر سے زیادہ بدتر کفر ہے وہ لوگ بھی ان کی طرح متعدد خدا رکھتے بہت سارے ربّ تھے انہیں وہ اللہ کے ساتھ عبادت میں شریک کرتے تھے۔ لیکن ان کی عبادت سجدہ ورکوع ہوتی تھی جبکہ ان لوگوں کی عبادت ہر مسئلے میں قانون سازی میں ان کی اطاعت ہے اس لیے ان لوگوں کا شرک زیادہ برا ہے۔ اس لیے کہ مشرکین قریش اللہ کو اپنا سب سے بڑا معبود مانتے تھے سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ بڑے مرتبے والا" الہٰ "مانتے تھے اور اس کے علاوہ دیگر معبودوں کی عبادت صرف اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کرتے تھے وہ اللہ جو سب سے بڑا اور آسمانوں میں ہے یہاں تک کہ ان لوگوں میں سے کچھ لوگ حج میں تلبیہ اس طرح کرتے تھے:

لبیك اللهم لبیك　　　　لبیك لاشریك لك

"اے اللہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں۔ حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے"

الّا شریکاً هو لك　　　　تملکه وما ملك

"مگر صرف وہ شریک جسے تو نے خود اپنا شریک بنا رکھا ہے۔ تو اس کا بھی مالک ہے اور وہ مالک نہیں ہے"

جبکہ یہ جو آئین کے مشرک ہیں اگرچہ اس بات کو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ رازق ہے۔ زندگی اور موت کا مالک ہے، آسمانوں سے بارش برساتا ہے، سبزہ اگاتا ہے، شفا دیتا ہے، بیٹے بیٹیاں دیتا ہے، بانجھ بناتا ہے، یہ سب کام ایک اللہ کرتا ہے ان میں سے ان کے امیر کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے۔ لیکن قانون بنانا، اسے نافذ کرنا حکم جاری کرنا اور سب سے زیادہ اہم طاقتور اور بہتر حکم کرنا یہ ان کے امیر کا کام ہے بادشاہ کا اختیار ہے۔ ان کے طاغوت اور زمینی خدا کا کام ہے۔ شرک میں یہ لوگ کفار قریش کی طرح ہیں مگر کفر میں ان سے بڑھ کر ہیں اس لیے کہ اپنے زمینی خداؤں کے احکام کو ہر حکم پر فوقیت دیتے ہیں اللہ سے بڑھ کر ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ ان کے قانون کو اللہ کے قانون سے بڑھ کر وقعت واہمیت دیتے ہیں۔ افسوس ہے۔ ہلاکت وبربادی ہے اس شخص کے لیے جو ابوجہل وابولہب سے بھی بڑا کافر ہے کیا۔ یہ لوگ اللہ کے برابر کسی کو ربّ ٹھہراتے ہیں۔ اللہ ان کی ایسی باتوں سے بہت بلند ہے۔

ان لوگوں کے شرک اور واضح کفر کے ذرائع بہت سارے ہیں

اگر ہم انہیں شمار کرنا چاہیں تو بہت زیادہ تفصیل بن جائے گی ان لوگوں نے کفر کی کوئی قسم نہیں چھوڑی ہر قسم کے کفر میں داخل ہو چکے ہیں۔ مگر جو اقسام ہم نے ذکر کی ہیں وہ اس شخص کے لیے کافی ہیں جو صحیح راستے کا متلاشی ہو البتہ جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا رکھی ہو اگر اس کے سامنے پہاڑ بھی آ جائیں تو وہ پھر بھی تسلیم نہیں کرے گا۔ ہم جو بات موحدین کو سمجھانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ لوگوں کا کفر ایک مسئلے پر موقوف نہیں ہے کہ اسے ایک شبہے کی بنیاد پر ردّ کر دیا جائے۔ بلکہ یہ لوگ کفر و شرک سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی جاننا ضروری ہے کہ تشریع کے بارے میں شرک یہ نہیں کہ اللہ کے نازل کردہ (شریعت) پر فیصلے نہ کرنا خواہشات کی بنا پر ہو اور کبھی کبھی ہو اور جس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول کفر دون کفر صادق آتا ہو اور نہ ہی اس مسئلے کا تعلق اس تفصیل سے ہے جو ابن عباس یا دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور خوارج کے درمیان مسائل سے متعلق ہے۔ اس لیے کہ ابن عباسt اور خوارج کے دور میں مسلمانوں کے ایسے حکمران نہیں تھے جو خود کو تشریع کا حقدار سمجھتے ہوں اللہ کے ساتھ نہ ہی ان میں کوئی شریعت کے احکام پر نکتہ چینی کرنے والا تھا اگرچہ ایک مسئلہ میں ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک یہ سب کچھ کرنا بالاجماع کفر تھا۔ کفر دون کفر کی نسبت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف کی جاتی ہے کہ یہ ان کا قول ہے مگر وہ تو خود کہتے ہیں کہ آیت: ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ کا سبب نزول بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد مشرکین کی اطاعت قضیہ تشریعیہ میں ہے اگرچہ ایک ہی کیوں نہ ہو[2] جو بات خوارج کے ہاں گردش کر رہی تھی یا ان کے ساتھ جو تنازعہ تھا وہ تشریع کا ہوتا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کبھی کفر دون کفر کی بات نہ کرتے وہ قرآن کے عالم تھے ان سے ایسی بات کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ خوارج جس بات پر تنقید کرتے ہیں وہ بعض ایسے اجتہادات ہیں جن میں خوارج غلطی پر ہیں ان میں سے ایک مثال حکمین کا واقعہ ہے یعنی معاویہ و علی رضی اللہ عنہما کی فوجوں کے درمیان جو فیصلہ ہوا تھا اور وہ چونکہ آدمیوں نے کیا تھا خوارج نے اس بات کو بہت اچھالا کہ تم لوگوں نے انسانوں کا حکم تسلیم کیا ہے اور یہ جائز نہیں بلکہ کفر ہے اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدۃ:44)

جس نے اللہ کی نازل کردہ (شریعت پر) فیصلہ نہیں کیا وہ لوگ کافر ہیں۔

---

2 حاکم نے مستدرک میں صحیح سند سے روایت کیا ہے اور تفسیر طبری میں بھی اسی طرح ہے البتہ کفر دون کفر والا قول ابن عباس کی طرف منسوب کرنا ہماری رائے میں جائز نہیں ہے اگرچہ بعض لوگوں نے اسے صحیح کہا ہے مگر اس کی سند میں ہشام بن حجیر المکی ضعیف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول کسی تابعی سے مروی ہے مگر کسی اور موقع جس اور مقصد کے لیے عصر حاضر کے مرجئہ اس کو جس بات کے لئے لیتے ہیں اس کے لیے نہیں۔

خوارج کی رائے ہے کہ جس نے اللہ کی نافرمانی کی تو وہ بغیر ما انزل اللہ پر فیصلہ کرنے کا مرتکب ہوا۔ خوارج نے دونوں فیصلہ کرنے والوں اور ان کے فیصلے کو ماننے والوں کو کافر قرار دیا معاویہ و علی رضی اللہ عنہما کو بھی کافر قرار دیا ہے۔ یہ ان کا پہلا عمل تھا خارجی بننے کا ان کے فرقے کو اس وجہ سے محکّمہ بھی کہا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے ساتھ مناظرے کیے زیادہ مناظرے ان کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کیے ان کو اس بات پر آمادہ کرنے اور قائل کرنے کی کوشش کی کہ یہ مسلمانوں کے درمیان صلح ہے یہ بغیر ما انزل اللہ کفریہ فیصلہ نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دلیل کے طور پر آیت پیش کی جو میاں بیوی کے اختلافات سے متعلق ہے کہ: ﴿فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا﴾ (النساء 35:)" شوہر کے اہل خانہ سے ایک فیصلہ کرنے والا اور بیوی کے خاندان سے ایک فیصلہ کرنے والا مقرر کرو۔" اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمیوں سے میاں بیوی کے درمیان فیصلہ کروایا جاسکتا ہے تو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے افراد کے درمیان تو بدرجہ اولی کروایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر دلائل بھی دیئے جن کی تفصیل کتب تاریخ والفرق میں موجود ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ واضح کیا ان کے سامنے کہ اس مسئلے میں تم لوگ غلطی پر ہو اس لیے کہ جسے تم کفر کہتے ہو یہ وہ کفر نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو اس موقع پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول کفر دون کفر سامنے آیا اور بہت سے لوگوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا اور دیگر لوگ اپنی غلط رائے پر مصر رہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ قتال کیا اور جو کچھ ان کے مابین ہوا وہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔

اب جو لوگ اللہ کا حق تشریع خود استعمال کرتے ہیں اللہ کے احکام کو تبدیل کر کے ان کی جگہ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو لاتے ہیں اللہ کے علاوہ کسی اور کو شریعت ساز اور حاکم مانتے ہیں اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا منہج اور دین تلاش کرتے ہیں کیا یہ سب کام اس اختلاف کے برابر ہیں جو خوارج اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تھا کیا وہ کام یہی تھے جن پر خوارج نے اعتراض کیا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مناظرہ کرتے تھے؟ تاکہ قرآن کا حکم اس دور میں اس پر صادق آجاتا؟ بہرحال اللہ کا جو فرمان ہے کہ: ﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ﴾ یہ حکم عام ہے اس میں ظلم یعنی کفر دون کفر اور حکم و تشریع یعنی واضح کفر دونوں شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سلف نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ جب یہ آیت کوئی شخص ایسے موقع پر پیش کرتا جہاں پہلا معنی ظلم مراد ہوتا تو وہ اس کی تاویل کر کے اس سے مراد کفر دون کفر کر لیتے تھے اور اور اگر دوسرے معنی یعنی تشریع و تبدیل کے موقع پر یہ آیت پیش کی جاتی تو اس سے مراد واضح کفر لیتے تھے ۔ جبکہ ان آیات میں کفر اکبر بھی شامل ہے جو یہود نے اختیار کر رکھا تھا کہ انہوں نے اجماع واتفاق کر لیا تھا غیر اللہ کے احکام اپنانے اور اللہ کے احکام کو ترک کرنے پر اسی لیے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ تینوں آیتیں ،ھم الکافرون، فاسقون، ظالمون ہر قسم کے کفر کو شامل ہیں۔ (مسلم)

اگر خوارج اس آیت کو اس شخص کے خلاف پیش کرتے جو شریعت سازی کرنے والا تھا۔ یا کسی ایسے کام میں ملوث تھا جو یہودی کرتے تھے تو سلف کبھی بھی ان کا ردّ نہ کرتے اور ان کے فتویٰ کو برقرار رکھتے اس کی کبھی تاویل نہ کرتے۔[3] یہ چیز اس زمانے میں موجود نہ تھی اس لیے ان لوگوں نے اس پر بحث بھی نہیں کی اگر اس طرح کا عقیدہ یا رائے اس وقت ہوتی تو وہ اس کے لیے ایسی آیت کبھی پیش نہ کرتے جو دو معنوں کی متحمل ہے بلکہ وہ اس کے لیے قطعی الدلالۃ نصوص لاتے جس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد تشریع و تبدیلی ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (الشوریٰ:21)

''کیا ان کے ایسے شریک ہیں جو ان کے لیے شریعت بناتے ہیں دین میں سے جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی؟''

اسی طرح اللہ کا فرمان ہے:

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ (الانعام:121)

''شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے وہ تم سے جھگڑا کریں اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔''

اسی طرح یہ فرمان کہ: ﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ﴾ ''کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم تلاش کرتے ہیں؟'' اللہ کا یہ فرمان کہ: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ ''جس نے اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اپنا لیا تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔'' مگر چونکہ ایسی کوئی بات اس وقت موجود ہی نہ تھی جب خوارج تھے اور خلفاء کا دور تھا ابن عباس رضی اللہ عنہ جس دور میں تھے لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان لوگوں کی جس طرح تردید اور مذمت کی اس پر موجودہ دور کے مشرک اور ظاہری کفر میں مبتلا حکمرانوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ حق اور باطل کو باہم خلط کرتا ہے روشنی اور اندھیرے کو یکجا کرتا ہے

---

[3] براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس طرح ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک یہودی کے پاس سے ہوا جسے کوڑے مارے گئے تھے اور منہ کالا کیا گیا تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ کیا تمہاری کتاب میں زنا کی حد اس طرح ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ایک عالم کو بلا کر کہا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تورات موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی ہے کیا تمہاری کتاب میں زنا کی حد یہی ہے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم نہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ کی قسم نہ دیتے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ بتاتا ہماری کتاب میں زنا کی حد رجم ہے۔ لیکن ہمارے معززین زنا میں زیادہ ملوث ہو گئے تو اب ہم میں جو معزز آدمی زنا کرتا ہے ہم اسے چھوڑ دیتے ہیں اور اگر کوئی کمزور غریب ولاچار زنا کرتا تھا تو ہم اس پر حد جاری کر دیتے ہیں ہم نے کہا آؤ ایسی سزا مقرر کرتے ہیں جسے ہم کمزور وطاقتور سب پر جاری کر سکیں لہٰذا ہم نے کوڑے مارنا اور منہ کالا کرنا سزا مقرر کر دی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے اللہ میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جبکہ انہوں نے اسے مار دیا تھا راوی کہتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اس زانی کو سنگسار کر دیا گیا اس پر اللہ نے آیت نازل کر دی کہ: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ الظالمون۔ الفاسقون۔ براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ آیتیں سب کافروں کے بارے میں ہیں اس میں لفظ ہے کہ ''فاجمعنا'' یعنی ہم نے اجماع کر لیا یہ نہیں ہے کہ ''استحللنا'' ہم نے ایسا کرنا حلال سمجھا جیسا کہ موجودہ دور کے مرجئہ کہتے ہیں۔

اس کی رائے بہت ہی خطرے کا باعث بنے گی اس لیے کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ خوارج خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اس شرک کا الزام لگا رہے تھے جو موجودہ دور کے کافر حکمران کر رہے ہیں اس طرح تو (نعوذ باللہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر لازم آئے گی۔ جبکہ یہ متفقہ بات ہے کہ جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر کہا وہ خود کافر ہے اس لیے کہ صحابہ سے اللہ راضی ہے اس کا قرآن میں واضح اعلان کیا جا چکا ہے 'رضی اللہ عنہم' اب قرآن کے اس صریح اعلان کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کفر کا فتویٰ لگانا یا انہیں اس شرک و کفر میں مبتلا قرار دینا جس میں موجود دور کے حکمران مبتلا ہیں یہ قرآن کی صریح تکذیب ہے یا اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) کافر قوم سے راضی ہوا اس طرح سمجھنا بھی کفر ہے۔ اس طرح کے تباہ کن نظریات سے بچنا ہر مسلمان کے لیے لازم ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرنا چاہیے کہ انہیں کافر یا مشرک کہا جائے اور یہ بھی اپنے طواغیت کی صفائی ثابت کرنے کے لیے؟

دوسرا شبہ

یہ حکمران "لا الٰہ الا اللہ" کے اقراری ہیں

(ان طاغوتوں کے حمایتی) کہتے ہیں کہ تم ان قوانین کے محافظوں اور امن کے علمبرداروں کو کیسے کافر کہتے ہو تم انہیں سلام نہیں کرتے انہیں تسلیم نہیں کرتے ان کے ساتھ کفار والا سلوک کرتے ہو حالانکہ یہ تو "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کرتے ہیں جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ رضی اللہ عنہ پر ناراضگی کا اظہار کیا تھا جب اس نے ایسے شخص کو قتل کیا تھا جس نے زبان سے "لا الٰہ الا اللہ" کہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ تم نے اس کو کیسے قتل کیا جبکہ اس نے "لا الٰہ الا اللہ" کہہ دیا تھا؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (النساء:94)

"ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں چلو تو تحقیق کر لیا کرو اور جس نے تم پر سلام کہا (یا صلح کا اظہار کیا) تو اس کو یہ مت کہو کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ تم دنیاوی مقاصد چاہتے ہو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں تم بھی پہلے اسی طرح تھے اللہ نے تم پر احسان کر لیا (کہ تم کو ایمان کی نعمت سے نوازا) لہٰذا تحقیق کر لیا کرو اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔"

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اس حال میں مر جائے کہ وہ "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص ننانوے ٹوکرے گناہوں کے لائے گا اور اسے یقین ہو جائے گا کہ اس کا انجام برا ہے پھر ان ٹوکروں کے مقابلے پر دوسرے پلڑے میں ایک پرچی رکھی جائے گی جس پر "لا الٰہ الا اللہ" لکھا ہو گا وہ پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ اسی طرح حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کتاب اللہ کو ایک رات اٹھالیا جائے گا زمین پر اس میں سے ایک بھی آیت باقی نہیں رہے گی لوگوں میں سے ایسی ایک جماعت رہ جائے گی جسے نہ نماز کی خبر ہو گی نہ وہ صدقہ یا قربانی جانتے ہوں گے وہ کلمہ " لا الٰہ الا اللہ" کہتے ہوں گے اور کہیں گے کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو یہ کہتے ہوئے پایا ہے اس لیے ہم یہی کلمہ پڑھتے ہیں صلہ تابعی رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ یہ کلمہ انہیں کیا فائدہ دے گا جبکہ وہ نہ نماز کو جانتے ہوں گے نہ صدقہ اور قربانی کو؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کلمہ " لا الٰہ الا اللہ" انہیں آگ سے نجات دے گا۔ اس طرح کی دیگر احادیث بھی ہیں۔[4] اس شبہے کا جواب کئی طریقوں سے دیا جاسکتا ہے:

① اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلا أُولُو الألْبَابِ
()(آل عمران:7)

"اللہ وہ ذات ہے جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب نازل کی ہے جس میں سے کچھ آیات محکمات ہیں وہ کتاب کی بنیاد ہیں اور کچھ آیات متشابہات ہیں جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہ آیات کو ہی تلاش کرتے ہیں فتنہ تلاش کرنے کے لیے اور اس کی تاویل ڈھونڈتے ہیں۔ حالانکہ ان کی تاویل صرف اللہ جانتا ہے اور راسخون فی العلم کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔"

اللہ نے واضح کر دیا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو اس طرح آزمایا ہے کہ ان کی طرف جو شریعت نازل کی ہے اس میں کچھ آیات محکمات اور مضبوط قواعد ہیں احکامات ہیں واضح مدلل جن پر شریعت کا دارومدار ہے اختلاف کے وقت ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ کچھ آیات متشابہات یا ظنی الدلالت ہیں ذہن میں ان کے کئی معانی آتے ہیں متعدد معانی کی حامل آیات ہیں

---

4 یہ لوگ ان تمام دلائل کے ساتھ یہ شبہ بالتفصیل پیش نہیں کرتے بلکہ کچھ لوگ تو ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں بعض لوگ کسی کے قول سے بعض لوگ صرف اپنی سمجھ وفہم سے میں نے وہ تمام احادیث پیش کر دیں جو ان کے قول کے موافق ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان احادیث سے ان کے شبہ کی تائید ہوتی ہے۔ سلف میں سے کسی نے کہا ہے خواہشات کے پیروکار وہ احادیث روایت کریت ہیں جو ان کی رائے کے موافق ہو اور اہل السنۃ وہ احادیث روایت کرتے ہیں جو ان کے مقاصد کے مطابق ہوں اور جو ان کے خلاف بھی ہوں تو بھی۔

اللہ نے یہ بتلادیا کہ گمراہ اور دلوں میں کجی رکھنے والے ان متشابہ آیات کو تلاش کرتے ہیں اور محکم آیات کو چھوڑتے ہیں وہ تاویل تلاش کرتے ہیں جو ان آیات سے اللہ کی مراد ہے اور جسے اللہ نے نازل کیا ہے اللہ کے بندوں کے درمیان فتنہ اور تلبیس پیدا کرنے کے لیے جبکہ طالبانِ حق کا طریقہ اور راسخین فی العلم کی ان آیات کے معاملے میں رائے یہ ہے کہ وہ متشابہ آیات کو جوان کے لیے مشکل ہوتی ہیں محکم آیات کی طرف لوٹا دیتے ہیں جو کتاب کی بنیاد ہیں جن پر تاویل کا دارومدار ہے انہی کی طرف اختلاف کو لیجایا جاتا ہے۔ الاعتصام میں شاطبی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ یہ قاعدہ اور اصول صرف کتاب اللہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی موجود ہے کچھ احادیث یا حوادث ہیں کہ جو مناسب و معین معانی کے بارے میں ہیں جب صرف انہی کو اپنایا جاتا ہے اور ان کی وضاحت کرنے والی احادیث کو ترک کردیا جاتا ہے تو متشابہات کی اتباع اور محکم کا ترک شمار ہوتا ہے۔اسی طرح عام کو لینا اور اس کے مخصص کو چھوڑ دینا یا مطلق کو بغیر مقید کے اپنانا یا بہت سارے نصوص میں سے صرف ایک نص کو لے لینا (جو صرف اپنا مقصد ثابت کرنے کے لیے ہو) اور بقیہ کو چھوڑ دینا حالانکہ ان نصوص کا اس نص کے ساتھ ربط و تعلق ہوتا ہے مثلاً مشابہ کی اتباع کرنا اور محکم کو ترک کردینا اس طرح کرنا اللہ کے کلام میں بغیر علم رائے دینا ہے اپنی طرف سے شریعت کا حکم بنانا ہے۔ جبکہ اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر ایمان لانا واجب ہے اور ان کے تمام احکام کو اپنانا ہی اسلام میں پورا پورا داخل ہونا ہے۔ اور اگر صرف ان دلائل کو تلاش کیا جائے جو اپنی خواہشات کے موافق ہیں تو یہ گمراہ لوگوں کا طریقہ ہے اور اکثر لوگ اس طرز عمل کی وجہ سے ہی گمراہ ہوئے ہیں۔ مثلاً خوارج اس لیے گمراہ ہوئے کہ انہوں نے وعدے کے نصوص کو چھوڑ دیا اور صرف وعید کے دلائل کو اپنایا۔

اللہ کے اس قول کو لے لیا۔

وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (الجن:23)

"جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

یہ عام نص ہے متشابہ ہے جب تک اس کو مقید اور مبین کے ساتھ نہ ملایا جائے وہ مقید یا مبین اللہ کا یہ فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:116)

"اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرمادیتا ہے"

اسی طرح مرجئہ نے ان دلائل و نصوص کو لے لیا جن میں " لا الہ الا اللہ " کہنے سے جنت میں داخل ہونے کا ذکر ہے (جو پہلے مذکور ہوئے) اور اعمال کو انہوں نے بے فائدہ قرار دیدیا مسلمان ہونے اور جنت میں داخل ہونے کے لیے صرف

زبان سے کلمہ کہنے کو کافی قرار دیدیا۔ اس کے تقاضوں کو پورا کرنے اس کے لوازمات کو اپنانے کی طرف توجہ نہیں دی حالانکہ یہ ضروری ولازمی ہیں۔ علماء نے اس بات کی وضاحت کی ہے۔ اورامام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب میں روایت کیا ہے کہ " لا الٰہ الا اللہ "جنت کی کنجی ہے مگر ہر چابی و کنجی کے دندانے ہوتے ہیں اگر دندانے والی چابی ہو تو اس سے تالہ کھل جاتا ہے اگر دندانے کے بغیر ہو تو نہیں کھلتا۔ "لا الٰہ الا اللہ" کے دندانے اس کے شروط کو متحقق کرنا اور اس کے نواقض سے اجتناب کرنا ہے۔ جو بھی شخص اسلام سے واقفیت رکھتا ہے اس کی حقیقت کو جانتا ہے وہ اس بات میں شک نہیں کرسکتا کہ " لا الٰہ الا اللہ " سے مراد اس کا وہ معنی ہے جس میں نفی واثبات ہوں۔ اگر اس کے تقاضوں کو مدنظر رکھے بغیر اس کے لوازمات اپنائے بغیر صرف زبان سے "لا الٰہ الا اللہ " کہا جائے تو اللہ تعالیٰ کو یہ مطلوب نہیں ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ﴾ "اس بات کا علم ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔" اور فرمایا: ﴿اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ "مگر جس نے حق کی گواہی دی اور وہ جانتے ہوں۔" اسی طرح حدیث بھی ہے کہ:

((من مات وهو يعلم انه لااله الاالله دخل الجنة))

"جو مر جائے اور وہ " لا الٰہ الا اللہ " کا علم رکھتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔"

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ مراد اس کلمہ کے معنی کی معرفت ہے یعنی توحید کو اپنانا اور شرک سے براء ت کا اعلان کرنا اس کلمے کی گواہی میں اسی بات کا قصد کرنا شرط ہے اس کے متحقق وثابت ہونے کے لیے اور اللہ کے وعدے کو جو کہ اس کلمہ کی وجہ سے ہے حاصل کرنے کے لیے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں اس کے لیے باب باندھا ہے: "من مات علی التوحید دخل الجنة" "جس کو پر توحید پر موت آئی ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۔" لہٰذا مطلوب ومقصود توحید ہے جس پر یہ کلمہ دلالت کرتا ہے صرف زبان سے ادائیگی نہیں جب تک اس کے حقوق کو تسلیم نہ کر لیا جائے اور اس کے منافی امور سے اجتناب نہ کیا جائے جیسا کہ صحیحین میں مروی معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تاکید کی انہیں دعوت دینے کا طریقہ سکھایا جب انہیں یمن بھیج رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے " لا الٰہ الا اللہ "کی طرف دعوت دو۔ ایک روایت میں ہے کہ انہیں توحید کی طرف دعوت دو۔ اس سے ثابت ہوا کہ " لا الٰہ الا اللہ " کی طرف دعوت سے مراد توحید کی طرف دعوت ہے صرف زبان سے الفاظ ادا کرنا نہیں۔ ہم اپنی کتاب "هذان خصمان اختصموا" میں اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ " لا الٰہ الا اللہ " اور العروۃ الوثقیٰ کے دورکن ہیں۔

نفی اور اثبات، نفی" لاالٰہ" ہے یعنی کفر بالطاغوت اوراثبات ہے" الا اللہ "یعنی ایک اللہ کی عبادت، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے العروۃالوثقیٰ کی وضاحت خوداس طرح کی ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (البقرۃ:265)

"جس نے طاغوت کاانکار کیااور اللہ پر ایمان لایاتو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔"

اللہ نے نجات اور عروۃالوثقیٰ کو تھامنے کی دو شرطیں بتائی ہیں جو ایک دوسرے سے کبھی علیحدہ نہیں ہو تیں ایک کفر بالطاغوت اور دوسری ہے" ایمان باللہ""کفر بالطاغوت "ایمان اللہ کے بغیر اور ایمان باللہ کفر بالطاغوت کے بغیر کافی نہیں، بلکہ دونوں کو بیک وقت اپنانا لازمی ہے۔اب یہ موجودہ حکمران طاغوت کے منکر نہیں ہیں بلکہ ان کے حمایتی و محافظ ہیں، ان کے مددگار ہیں اس لیے یہ نہ تو مؤمن ہیں نہ مسلمان اور نہ ہی عروۃالوثقیٰ کو تھامنے والے ہیں بلکہ اگر یہ اسی شرک پر مر گئے تو ان کا انجام بہت برا ہو گا اگرچہ زبان سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مرتبہ" لاالٰہ الا اللہ "کہتے رہیں۔مسیلمہ کذاب کے متبعین بھی زبان سے" لاالٰہ الا اللہ "کہتے تھے نمازیں پڑھتے تھے روزے رکھتے تھے "محمد رسول اللہ "کی گواہی دیتے تھے مگر رسول ﷺ کے ساتھ ایک آدمی کو رسالت میں شریک کرلیا تھا لہٰذا کافر قرار پائے ان کی جان ومال کو حلال قرار دیا گیا صرف محمد ﷺ کے ساتھ رسالت میں شریک کرنے کی وجہ سے ان کا" لاالٰہ الا اللہ "کا اقرار ان کے کسی کام نہ آیا کہ اپنے قبیلے کے ایک آدمی کو رسالت محمدیہ میں شریک کرلیا تھا۔اس آدمی کے بارے میں کیا کہیں گے جو اللہ کے ساتھ کسی بادشاہ، سردار، امیر یا عالم کو عبادت میں شریک کرتا ہو؟کسی بھی نوع کی عبادت اس کے لیے بجالاتا ہو چاہے سجدہ ہو رکوع ہو یا تشریع ہو۔جبکہ ان لوگوں میں آخر الذکر شرک موجود ہے۔"کفر بالطاغوت ایمان باللہ "کے ساتھ عظیم القدر کلمہ کی شروط میں سے ہے۔علماء نے اس کے شروط ذکر کی ہیں اور پھر اس کے دلائل بھی دیئے ہیں تاکہ ہر مسلمان جان سکے کہ یہ کلمہ صرف زبان سے ادا کرنا نہیں بلکہ ان مندرجہ ذیل شروط کو پورا کرنا ہے:

① اس کے تقاضوں کو پورا کرنا نفیاًواثباتاً دونوں کو۔

① اس کے حقوق کے آگے جھکنا انہیں تسلیم کرنا۔

① ایسا صدق جو کذب کے منافی ہو۔

④ ایسا اخلاص جو شرک کے منافی ہو۔

⑤ ایسا یقین جو شک کے منافی ہو۔

⑥ اس کلمے سے محبت اور جس (توحید) پر یہ کلمہ دلالت کرتا ہے اس سے محبت۔

⑦ اس طرح قبول کرنا کے اس کے لوازمات کو رد کرنے والی کسی بھی چیز کے منافی (قبولیت)ہو۔

مزید تفصیلات اپنے مقام پر دلائل کے ساتھ موجود ہے اس کے لیے دیگر کتب (مثلاً میراث الانبیاء) دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہاں ان کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس شبہ سے متعلق جو احادیث پیش کی جاتی ہیں دیگر نصوصِ کتاب و سنت ان کی وضاحت کرتی ہیں۔ مثلاً یہ حدیث کہ جس نے "لا الٰہ الا اللہ" کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہو گا اس کو اللہ تعالیٰ کے فرمان:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (البقرۃ:265)

"جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔"

کے ساتھ ملا کر سمجھنا چاہیے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کا یہ فرمان بھی سامنے رکھنا چاہیے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:116)

"اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے"

اگر کوئی مشرک ہزار دفعہ " لا الٰہ الا اللہ" کہتا ہے اور اس کے معنی سے بھی واقف ہے مگر اپنا شرک نہیں چھوڑتا جس طاغوت کی عبادت کرتا ہے اور مدد کرتا ہے اس سے براءت کا اعلان نہیں کرتا تو اس نے العروۃ الوثقی کو نہیں اپنایا اللہ اس کو بخشے گا بھی نہیں اور اسے جنت میں بھی داخل نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (المائدۃ:72)

بات یہ ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کر لیا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔ اسی طرح ان تمام احادیث کو ساتھ ملا کر دیکھنا چاہیے جو موضوع سے متعلق ہوں تاکہ ہر لحاظ سے ایک موضوع کو سمجھا جا سکے اس موضوع کے تمام گوشے سامنے آ سکیں۔ ہمیں ان لوگوں میں سے نہیں ہونا چاہیے جو متشابہ نصوص کو تلاش کرتے ہیں اور پھر ان کے ساتھ صحیحین کی یہ حدیث ملاتے ہیں۔

((أشهد أن لا اله الا الله وأنّي رسول الله لا يلقى اللهَ بهما عبدٌ غير شاكٌ بهما الا دخل الجنة))

"جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اگر کوئی شخص یہ کلمہ پڑھتا ہو اور اس میں شک نہ کرتا ہو تو جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو وہ اسے ضرور جنت میں داخل کرے گا۔"

یا یہ حدیث کہ:

((مامن أحد شهد أن لااله الاالله وأني رسول الله صدقاً من قلبه الاحرّم الله عليه النّار))

”جس نے دل کی سچائی سے ” لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ “ کی گواہی دی اللہ نے اس پر جہنم کی آگ حرام کر دی ہے۔“

اس طرح کی دیگر احادیث کو بھی اگر ہمارے بیان کردہ طریقے کے مطابق سمجھا جائے تو دین کا علم اور اللہ کی مرضی کا دین سمجھ میں آجائے گا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم کی شرح (1/219) میں بعض علماء سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث مجمل ہیں ان کی شرح اور مفہوم یہ ہے کہ جس نے کلمہ کا زبان سے اقرار کر لیا اور اس کا حق ادا کر دیا اس کا فریضہ بجالایا۔ یہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نے یہ کلمہ توبہ اور ندامت کے وقت کہا اور اسی پر مر گیا۔ نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ تاویلات اس وقت ہیں جب ان احادیث کو ان کے ظاہر پر محمول کیا جائے مگر جب انہیں اپنے اپنے مقام پر رکھا جائے گا تو پھر ان کی تاویل مشکل نہیں ہے جیسا کہ محققین نے بیان کیا ہے۔ اسی طرح ” لا الٰہ الا اللہ “ کی پرچی والی حدیث بھی ہے اس سے مراد بھی توحید، ایمان باللہ کفر بالطاغوت اور اس کلمہ کے نواقض سے اجتناب ہے۔ اس حدیث کو نصوص محکمہ کی روشنی میں سمجھا جائے گا جیسا کہ آیت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:116)

”اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں کے ۹۹ ٹوکرے جو معاف ہوں گے وہ شرک کے علاوہ ہوں گے اس لیے کہ شرک اس پرچی کے منافی ہے اسے اللہ کبھی نہیں بخشتا جیسا کہ آیت میں مذکور ہے مشرک اگر شرک کی حالت میں مر گیا تو جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ اگر ان ۹۹ ٹوکروں میں ایسی کوئی چیز ہوئی جو اس پرچی کے منافی ہو تو وہ پرچی کبھی بھاری نہیں ہو گی نہ یہ پرچی والا نجات حاصل کرے گا اس لیے کہ اس وقت یہ پرچی صحیح توحید کی پرچی نہیں ہو گی بلکہ ایک کلمہ یعنی چند الفاظ پر مشتمل ایسا دعویٰ ہو گا جو صرف زبان سے کیا گیا ہو مگر اس کے معنی ولوازمات کا ارادہ اس میں شامل نہ ہو۔ اگر ان ٹوکروں میں غیر اللہ کی عبادت ہو گی یا اللہ کے ساتھ تشریع (کا گناہ ہو گا) یا شریعت سازوں کی مدد اور ان سے دوستی کرنے یا دین (اسلام) کو گالیاں دینے یا دین والوں سے لڑنے کا گناہ ہو گا تو یہ پرچی کوئی فائدہ نہیں دے گی نہ ہی کسی کو جنت میں داخل کرے گی اس لیے کہ یہ سب امور اس کلمہ کے منافی ونواقض ہیں یہ کامیابی اور نجات کی راہ میں رکاوٹ ہیں البتہ شرک کے علاوہ دیگر

گناہوں سے بھرے ہوں تو پھر " لاالہ الااللہ " کی پرچی فائدہ دے گی۔ حدیث میں دراصل کلمہ توحید کی اہمیت و عظمت بیان کی گئی ہے اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جس نے اس کلمہ کو حقیقتاً ادا کیا اور جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس کے مطابق اس کلمہ کو اپنایا تو (اس کلمہ سے ثابت ہونے والی) توحید اپنی عظمت کی وجہ سے تمام گناہوں کو ڈھانپ لے گی وہ گناہ اور خطائیں جو شرک سے کم تر ہیں یہی مفہوم ایک حدیث قدسی بھی بیان کر رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((یاابن آدم لو أتیتنی بقراب الأرض خطایا، ثم لقیتنی لا تشرك بي شیئاً أتیتك بقرابها مغفرة))

"اے ابن آدم اگر تو میرے پاس زمین بھر کر خطائیں لے کر آئے تو مگر اس حال میں آئے کہ تو نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں تجھے (بدلے میں) زمین بھر کر مغفرت دے دوں گا۔" (رواہ الترمذی)

اسی طرح ایک حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے کہ زمین سے قرآنی آیات ساری اٹھالی جائیں گی........ (اگر یہ حدیث سنداً صحیح ہے تو) اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اس وقت رہ جائیں گے تو وہ شرائع واحکام میں سے کچھ نہ جانتے ہوں گے سوائے اس کلمہ اور اس کے معانی و مقاصد کے یعنی وہ مشرک نہیں ہوں گے البتہ شرعی احکام سے لاعلم ہوں گے۔ اس لیے کہ شرک کو اللہ معاف نہیں کرتا، البتہ یہ لوگ چونکہ روزے، نمازیں اور قربانی کے تارک ہوں گے اگر یہ موحّد ہوئے تو ان دیگر احکام میں ان کو معذور سمجھا جائے گا اس لیے کہ یہ احکام صرف رسالت کی حجۃ کے ذریعے سے معلوم کیے جاسکتے ہیں جبکہ حدیث بتاتی ہے کہ ان کے زمانے میں قرآن اٹھالیا جائے گا اس میں سے ایک آیت بھی باقی نہیں رہے گی جبکہ اللہ کی کتاب ہی حجۃ ہے جس پر انذار کا مدار ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ أُوْحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (الانعام:19)

"میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے سے تمہیں اور جس کو بھی یہ قرآن پہنچے ڈراؤں خبر دار کروں۔"

جس کو قرآن پہنچ گیا اس پر حجت قائم ہو گئی اور جس کو نہیں پہنچا وہ شریعت کے فروعی مسائل کے بارے میں معذور ہے مگر توحید کے ترک پر اور شرک کی اتباع کرنے پر معذور نہیں ہے اس لیے کہ توحید پر اللہ نے مکمل حجۃ قائم کر دی ہے اور مختلف طریقوں سے کی ہے جس کی تفصیل آنے والی ہے۔ اگر مذکورہ حدیث سنداً صحیح ہے تو ان لوگوں کی حالت کو ہم عمرو بن

نفیل رحمۃ اللہ علیہ کی حالت پر قیاس کریں گے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی مسلمان تھا دین حنیف پر تھا جیسا کہ بخاری شریف میں ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے ثابت ہے کہ اس نے کہا تھا:

((اللهم لو أعلم أحب الوجوه اليك لعبد تك به، ولكني لا أعلمه))

''اے اللہ اگر میں تیرا پسندیدہ طریقہ جانتا ہوتا تو اس کے مطابق تیری عبادت کرتا لیکن میں نہیں جانتا۔''

اس طرح کے لوگ معذور ہیں کہ انہیں ان شرعی احکام کی معلومات نہیں ہیں جو صرف انبیاء کے توسط سے معلوم ہوسکتے ہیں لہٰذا ایسا شخص نہیں جانتا کہ نماز کیسے پڑھی جاتی ہے یا زکاۃ کیسے دی جاتی ہے لہٰذا اس بارے میں وہ معذور ہے جبکہ توحید کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی اس لیے کہ یہ اللہ کا اپنے بندوں پر وہ حق ہے جس کے لیے تمام انبیاء کو مبعوث کیا ہے اور اس کے لیے مختلف دلائل پیش کیے ہیں۔ ان سب باتوں کو تب ہی تسلیم کیا جائے گا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً یہ ثابت ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انہیں یہ کلمہ جہنم سے نجات دیدے گا اس لیے کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ مدرج ہے یہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو حدیث کے الفاظ میں درج ہوا ہے جیسا کہ اہل علم نے کہا ہے۔ بلکہ بعض محققین علماء نے کہا ہے کہ یہ پوری حدیث ہی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس کی سند میں ابو معاویہ خازم الضریر مدلّس ہے اور جب یہ اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی اور سے روایت کرتا ہے تو وہ حدیث ضعیف شمار ہوتی ہے جبکہ یہاں یہ حدیث اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی اور سے مروی ہے اس کے علاوہ یہ عقیدہ ارجاء کا سرغنہ بھی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اس حدیث سے ہی مرجئہ استدلال کرتے ہیں اور اس کو (اپنے عقیدے کے ثبوت کے لیے) اپنائے رکھتے ہیں۔ علماء نے اہل بدعت کی ایسی روایات قبول کرنے سے منع کیا ہے جو ان کی بدعت کی تائید کرنے والی ہوں (نزهة النظر شرح نخبة الفكر)۔

جبکہ اس حدیث میں مرجئہ کی تائید موجود ہے لہٰذا اس حدیث کو قبول نہیں کیا جاسکتا جبکہ اس میں تو سنداً بھی ضعف و تدلیس موجود ہے۔ جہاں تک اسامہ کی حدیث کا تعلق ہے تو وہ ایسے کافر کے بارے میں ہے جو ڈر یا مجبوری کی وجہ سے مسلمان ہوچکا ہو اور اسلام کے منافی کسی عمل کا اظہار نہیں کرتا تو اس کی جان محفوظ ہے اسے قتل نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ وہ خود کو محفوظ کرچکا ہے جب تک اسلام کے منافی کوئی کام نہ کرلے۔ اسی لیے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں اس طرح باب باندھا ہے:

((باب تحريم قتل الكافر بعد قوله لااله الاالله)) (صحيح مسلم)

یہاں ایک بہت بڑا فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے ان دو باتوں میں کہ ایک ہے تحفظ میں آجانا اور ایک ہے اس تحفظ کو برقرار رکھنا۔ کافر جب زبان سے '' لاالہ الا اللہ '' ادا کر دیتا ہے تو اسے تحفظ مل جاتا ہے لیکن اس تحفظ کو برقرار رکھنے کے لیے

ضروری ہے کہ اس کلمے کے حقوق کا التزام کرے اور اس کے نواقض سے اجتناب کرے کافر جب اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ" لا الٰہ الا اللہ "کا زبانی اقرار کرتا ہے اس وقت یہ زبانی اقرار اسلامی احکام کو قبول کرنے اور انہیں تسلیم کرنے کی تیاری ہوتی ہے اگر ان چیزوں کو وہ (بعد میں) ثابت نہ کر سکا تو جس تحفظ میں وہ اس کلمہ کے اقرار کے ذریعے آیا تھا وہ تحفظ باقی نہیں رہے گا بلکہ وہ ختم ہو جائے گا۔ لٰہذا یہ حدیث صرف اس آدمی کے بارے میں ہے جو کسی مجبوری کی وجہ سے اسلام قبول کر چکا ہو اور اسلام کے منافی کسی کام کا اظہار یا ارتکاب نہ کیا ہو۔ یہ حدیث اس کے بارے میں نہیں ہے جو ایک عرصے سے اسلام کا دعویدار ہو مگر جب اس کی حالت پر غور کریں تو وہ اسلام اور اہل اسلام سے جنگ کرنے والا اور طاغوت کا ساتھی ہو ۔طاغوتی قوانین کا حمایتی ہو ایسا شخص اگر سینکڑوں ہزاروں مرتبہ بھی" لا الٰہ الا اللہ "کہتا رہے تو وہ کفر سے خارج نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ کفر و شرک اور طاغوت کی عبادت و حمایت سے دست بردار نہیں ہو جاتا۔ اس لیے کہ اس کلمے کا مقصد یہی وہ اہم ترین مقصد ہے جو اب تک اس نے پورا نہیں کیا ہے۔

اس کی مثال اللہ کا یہ فرمان بھی ہے:

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء:94)

"جس نے تمہیں سلام کیا (یا صلح کا ہاتھ بڑھایا) اسے یہ مت کہو کہ تم مؤمن نہیں ہو۔"

اس حدیث کا شان نزول حدیث میں اس طرح مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت ایک آدمی کے پاس سے گذری جس کے پاس کچھ بکریاں تھیں اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سلام کیا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا اور اسلام کے منافی کسی عمل کا اظہار نہیں کیا مگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے ساتھ اسامہ tوالا سلوک کیا یعنی اسے قتل کر دیا اور اس کی بکریں قبضہ کر لیں دلیل اس بات کو بنایا کہ اس نے خوف کی وجہ سے کلمہ کہا ہے اللہ نے ان کی اس بات کی مذمت کی اس کا ردّ قرآن میں نازل کر دیا جس سے ہمارے لیے یہ بات لازم ہو گئی کہ جو شخص ہمارے سامنے اسلام کا اظہار کرے تو ہمیں اس کے ظاہر کو مد نظر رکھ کر معاملہ کرنا چاہیے جب تک کہ وہ کوئی خلاف اسلام کام نہ کر لے۔ اگر (کلمہ کے اقرار کے بعد) یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اسلام کا اظہار کرتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ وہ ایک اور دین کو بھی اپنائے ہوئے ہے اس سے براءت کا ظہار نہیں کرتا مثلاً جمہوریت کو اپناتا ہے یا انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کی حمایت کرتا ہے تو اس کا کلمہ قبول نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ ان سب چیزوں سے براء ت کا اعلان نہ کر دے اور خالص اللہ کے دین کو نہ اپنا لے اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے کہ: "فَتَبَيَّنُوْا" تحقیق کر لیا کرو۔

تیسرا شبہ

یہ لوگ نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں

کہتے ہیں کہ تم ان وضعیہ قوانین کے حمایتیوں اور دساتیر کے پیروکاروں کو کس طرح کافر کہو گے جبکہ یہ لوگ روزے رکھتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں حج کرتے ہیں۔ مسلم کی روایت کردہ حدیث اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں جب رسول ﷺ نے ظالم حکمرانوں کا تذکرہ کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں جب تک وہ نمازیں پڑھتے رہیں (ان سے جنگ نہ کرو)۔اسی طرح کی حدیث ذی الخویصرۃ کی ہے جس نے رسول ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہا کہ میں اسے قتل نہ کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ نماز نہیں پڑھتا؟ مجھے نماز پڑھنے والوں کے قتل کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کررہا ہے۔

☆ جواب: اللہ نے تمام انبیاء کو مبعوث کرتے ہوئے جو دین دیا تھا وہ توحید ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ عمل وعبادت کی قبولیت کے لیے توحید شرط اولین ہے کوئی بھی (عمل) اس وقت تک خالص یا قبول نہیں ہو سکتا جب تک اس میں توحید نہ ہو اور دوسری شرط اتباع نہ ہو یعنی وہ عمل رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق نہ ہو شرط کے نہ ہونے سے مشروط بھی معدوم ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے کافروں اور مشرکوں کے ایسے بہت سے اعمال کا ذکر کیا ہے جنہیں قبولیت نصیب نہیں ہو گی بلکہ انہیں اڑتی ہوئی دھول کی کی طرح بے وقعت بنا دیا جائے گا اس لیے کہ ان میں توحید کی شرط نہ ہو گی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْــــًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ　　(النور:39)

”کافروں کے اعمال سراب کی طرح ہیں جو چٹیل میدان میں ہو پیاسا اسے پانی سمجھ رہا ہو مگر جب قریب آئے تو پانی کو نہیں پاتا، ہاں اللہ کو وہاں پائے گا پس اللہ اس کو پورا پورا بدلہ چکا دیتا ہے۔“

حدیث قدسی میں ہے اللہ کا فرمان رسول ﷺ نے بیان کیا ہے کہ:

((أنا أغنى الشركاء عن الشرك من عمل عملا أشرك به معي غيري تركته وشركه))

”میں شریکوں کے شرک سے بے پرواہ ہوں جس نے عمل کیا اور اس میں میرے ساتھ کسی کو شریک کر لیا۔ تو میں اِس کو اِس کے شرک کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہوں۔“

اس شرک سے مراد علماء نے شرک اصغر لیا ہے شرک اکبر بدرجہ اولیٰ اس میں شامل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ نماز قبول ہونے کے لیے توحید شرط ہے اسلام میں بھی آدمی توحید کے ذریعے سے داخل ہوتا ہے نماز یا دیگر عبادات کے ذریعے سے نہیں ہوتا۔ جب تک کہ توحید ثابت نہ ہو (انسان اسلام میں داخل نہیں ہوتا) نمازی کو اہل علم مسلمان اس لیے قرار دیتے ہیں کہ نماز میں توحید موجود ہوتی ہے۔ اور توحید نماز کی قبولیت اور صحت کی شرط ہے۔ جو شخص نماز، روزہ، زکاۃ کی پابندی کرتا ہے مگر توحید کو اپنے دونوں ارکان (ایمان باللہ اور کفر بالطاغوت) کے ساتھ ثابت نہیں کرتا تو نماز سمیت اس کے تمام اعمال باطل ہیں جو شخص نماز پڑھتا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ شرک بھی کرتا ہو طاغوت کی عبادت اور مدد سے اجتناب نہیں کرتا تو اس کی نہ نماز قبول ہوگی اور نہ یہ نماز اسے اسلام میں داخل کرے گی نہ اسے دائرہ شرک سے نکالے گی۔

اس کی واضح ترین دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (زمر:65)

”اگر آپ نے شرک کر لیا تو آپ کے اعمال برباد ہو جائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔“

دوسری آیت ہے:

وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الانعام:88)

”اگر یہ (انبیاء) بھی شرک کر لیتے تو ان کے اعمال برباد ہو جاتے۔“

شرک سے اجتناب اس طرح کرنا کہ طاغوت کی عبادت اور ان کے قوانین کی پیروی کو ترک کیا جائے یہ قبول عمل کے لیے سب سے بڑی شرط ہے اور یہ سب سے پہلا فریضہ ہے جو اللہ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے اس کا حکم دیا ہے اس کے بغیر اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ (النساء:66)

''انہیں حکم دیا گیا ہے کہ (طاغوت کا) انکار کریں۔''

اللہ کے اس حکم کو ماننے کے بجائے انہوں نے اس کے برعکس طاغوت کا ساتھ دیا۔ اس کی حفاظت کی حمایت کی اتباع کی اور طاغوتی وکفری قوانین کی پیروی کی۔ لہٰذا ان کی نہ نماز قبول ہے نہ روزہ نہ دیگر اعمال جب تک یہ لوگ اعمال کی قبولیت کی شرط کو پورا نہ کر دیں۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ یہ طاغوت کے حمایتی اگر بغیر وضو کے نماز پڑھیں تو کیا ان کی نماز اللہ کے ہاں قبول ہو گی یا باطل ومردود ہو کر اس کے منہ پر ماردی جائے گی ؟ ہر شخص کہے گا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں اس لیے کہ بغیر وضوء کے نماز باطل ومردود ہے۔ تو اسی طرح اس بات میں بھی غور کرنا چاہیے جب طہارت کا ترک نماز کو باطل کر دیتا ہے اس لیے کہ طہارت شرط ہے تو پھر توحید کا ترک اور کفر بالطاغوت کا ترک تو قبول اعمال کے لیے سب سے بڑی شرط ہے۔ یہ وہ شرط ہے جس کا معلوم کرنا اور اس پر عمل کرنا انسانوں پر اللہ نے نماز اور اس کی شرائط، طہارت ونواقض وغیرہ معلوم کرنے سے پہلے واجب کر دیا ہے۔ یہ وہ شرط ہے جسے اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مکے میں فرض کیا تھا نماز وغیرہ کی فرضیت سے پہلے ۔یہ بھی معلوم ہے کہ مکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو تکالیف اور ایذائیں ملیں وہ صرف اسی توحید کی وجہ سے ہی تھیں ان کی قوم نے انہیں نماز روزہ اور زکاۃ کی وجہ سے کوئی تکلیف یا ایذاء نہیں پہنچائی، نہ شرائع اس وقت فرض کی گئی تھیں اس وقت ان سے صرف اور صرف اس توحید کا مطالبہ تھا اس لیے کہ یہ بقیہ عبادات اس وقت تک قبول ہو سکتی ہیں جب توحید موجود ہو رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریق دعوت یہ نہیں تھا کہ وہ توحید پختہ اور ثابت ہونے سے پہلے نماز روزہ اور زکاۃ وغیرہ عبادات کی دعوت دیتے ہوں یہ ان کا طریق کبھی بھی نہیں رہا صحیحین میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پر غور کریں جب انہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا تو انہیں اسلوب دعوت اور اس کا طریقہ اس طرح سمجھایا کہ سب سے پہلے انہیں '' لا الہ الا اللہ '' کی طرف دعوت دو۔ اگر وہ تمہاری دعوت قبول کر لیں تو پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس بات کو بھی تسلیم کر لیں تو پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان کے مال میں زکاۃ فرض کی ہے جو مالداروں سے لی جائے گی اور فقراء کو لوٹائی جائے گی۔ معلوم یہ ہوا کہ کسی انسان کو سب سے پہلے توحید کی دعوت دی جائے گی نماز کی نہیں۔ اگر توحید کو اپنا لیا تو پھر اس کے بعد نماز، زکاۃ اور دیگر ارکان کی دعوت ہے۔ جس نے توحید کو اپنا لیا اور عروۃ وثقٰی کو تھام لیا اس کی نجات ہو جائے گی اس کی نماز قبول ہو گی اور دیگر ارکان بھی قبول ہوں گے مگر جس نے سارے ارکان اپنا لیے مگر عروۃ وثقٰی (ایمان باللہ کفر بالطاغوت) کو نہیں تھاما وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گا۔ اس لیے کہ اللہ نے اسلام کے کسی بھی کڑے کی ضمانت اس وقت تک نہیں لی ہے جب تک عروہ وثقٰی کے ساتھ مربوط ومنسلک نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا (البقرۃ:265)

"دین میں زبردستی نہیں ہے ہدایت گمراہی سے واضح ہوگئی ہے جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط کڑا تھام لیا جو ٹوٹتا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے"

یہی وجہ ہے کہ دنیا میں عبادات کرتے کرتے تھک جانے والے کچھ لوگوں کی عبادات ان کے منہ پر ماری جائے گی اور انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ، عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ، تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً (الغاشیۃ:2-4)

"بہت سے چہرے (قیامت کے) دن جھکے ہوئے ہوں گے عمل کرتے کرتے تھک جانے والے۔ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔"

ان کی عبادات، محنت، تھکاوٹ سب کو اڑتی دھول میں بدل دیا جائے گا اس لیے کہ وہ توحید واخلاص کے بغیر ہوں گی ۔جب یہ معلوم ہو گیا کہ دین کے اصول و قواعد میں ایک اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ متشابہ نصوص کو محکم پر پیش کر کے اس کا صحیح مطلب اخذ کیا جائے گا تو اس قاعدے کے مطابق ہر اس حدیث کو اس طرح سمجھنا چاہیے تاکہ کوئی اشکال نہ ہو۔ان احادیث میں سے ایک حدیث مسلمa کی روایت کردہ بھی ہے جو پہلے گذر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قتال سے منع کیا ہے جب تک یہ نمازیں قائم کریں تو وہاں اقامت صلاۃ سے مراد توحید اور دین کو نماز کے ساتھ قائم رکھنا ہے بغیر توحید کے صرف نمازوں کا قیام مقصود نہیں ہے۔اس کی وضاحت اس دوسری حدیث سے ہو جاتی ہے جس میں نماز اور زکاۃ سے قبل توحید کو اپنانے کا ذکر ہے جیسا کہ متفق علیہ حدیث ہے:

((أمرت أن اقاتل الناس حتى يشهدوا أن لااله الا الله وأن محمداًرسول الله ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة فاذا فعلوا ذلك عصموا مني دماء هم وأموالهم الا بحقّها وحسابهم على الله

))

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں جب تک وہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی گواہی نہ دیں، اور نمازیں قائم کریں، زکاۃ ادا کریں، جب وہ یہ کام کریں گے تو ان کا مال اور جان محفوظ ہے سوائے اس حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔"

اس میں توحید اور اس کے لیے قتال کا ذکر بقیہ امور سے پہلے کیا گیا ہے۔یہی مقصد ہے اللہ کے اس فرمان کا:

فَاِنۡ تَابُوۡا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوۡا سَبِيۡلَهُمۡ (التوبۃ:5)

”اگر یہ توبہ کرلیں نماز قائم کریں زکاۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔“

توبہ سے مراد ہے کہ یہ شرک وکفر سے توبہ کرلیں غیر اللہ کی عبادت سے دستبردار ہو جائیں توحید کو (اپنے عمل سے)ثابت کر دیں اور پھر نماز قائم کریں زکاۃ ادا کریں تو ان کا مال اور ان کی جان محفوظ ہے مگر اس کے حق کے ساتھ۔ البتہ شرک سے توبہ کیے بغیر توحید کو اپنائے بغیر نمازیں قائم کرنا جبکہ ” لا الہ الا اللہ“ کے منافی کام کیے جاتے ہوں تو یہ نمازیں کوئی فائدہ نہیں دیں گی۔ نبی ﷺ کے زمانے میں کتنے ہی نمازی تھے جو ایک کلمے کی وجہ سے کافر و مرتد ہو گئے تھے۔ اس توحید کے منافی کے امور کی کچھ مثالیں ہم نے پہلے پیش کر دی ہیں جو اس گروہ کے بارے میں تھیں جو رسول ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گیا وہ نمازیوں کا ہی گروہ تھا مگر جب انہوں نے توحید اور اسلام کے منافی کام کیا یعنی کتاب اللہ کے حافظوں کا مذاق اڑایا تو اللہ نے فرمایا:

لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ (التوبۃ:65)

”معذرت مت کرو تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہو۔“

حالانکہ وہ نمازیں پڑھتے تھے (پھر بھی انہیں کافر کہا گیا) علمائے اسلام نے اسی طریق پر چلتے ہوئے فقہ کی کتب میں ”باب حکم المرتد“ کے عنوان کے تحت مرتد کی تعریف یوں کی ہے ” وہ مسلمان جو کسی عمل، قول یا اعتقاد کی وجہ سے اسلام سے پلٹ جائے“ اور اکثر ایسا شخص نمازی بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یاسق کی عبادت کرنے والوں کو کافر کہا ہے۔ یاسق تاتاریوں کا قانون اور دستور تھا۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی حمایت کرنے والوں کو بھی کافر کہا ہے حالانکہ ان میں نمازی بھی تھے۔ (فتاوی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ج:28) ایک حدیث اس سلسلے کی ذی الخویصرہ کی بھی ہے جس میں سوال ہے کہ کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟

بات یہ کہ نمازی ہو: قاعدہ واصول یہ ہے کہ ظاہری عمل کو لیا جائے گا اور باطن کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر ایک شخص توحید کا اظہار کرتا ہے مگر ساتھ ہی طاغوت کی عبادت بھی کرتا ہے اس کی مدد کرتا ہے غیر اللہ کو قانون ساز تسلیم کرتا ہے اور اس بات کا اظہار بھی کرتا ہے تو رسول ﷺ کے زمانے میں اگر یہ ہوتا تو آپ ﷺ صرف نماز کی وجہ سے اس کا اسلام

کبھی بھی قبول نہ کرتے۔[5] اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہم ہر اس نمازی کی جان ومال کو محفوظ کریں جو ہمارے قبلے کی طرف منہ کرتا ہے اور اسے اہل قبلہ مسلمانوں میں شمار کریں اس لیے کہ نماز میں توحید موجود ہوتی ہے مگر جب تک وہ اسلام کے ظاہری باتوں کے منافی کوئی کام نہ کرے۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی حمایت ومدد کرنے والے اپنے اس عمل سے مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی مدد ودوستی کا اظہار کرچکے ہیں اور یہ عمل اسلام کے منافی ہے لہٰذا اب نماز کے ذریعے توحید کا اظہار انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا جبکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ اس کے نواقض کے بھی مرتکب ہورہے ہیں۔ لہٰذا یہ نمازیں انہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گی۔

چوتھا شبہ

مسلمانوں کو کافر کہنے والا خود کافر ہے

ان قوانین کی حمایت کرنے والے کہتے ہیں کہ تکفیر بہت ہی خطرناک عمل ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کو کافر کہا وہ خود کافر ہوا۔ بلکہ ان میں سے کچھ جہلا تو کہتے ہیں کہ کافر صرف اسے کہا جاسکتا ہے جو کافرماں باپ سے کافر پیدا ہوا ہو۔

☆ جواب: تکفیر مطلقاً خطرناک کام نہیں ہے نہ ہی قابل مذمت ہے۔ البتہ کسی مسلمان کو صرف اپنی خواہشات کی بناپر یا عصبیت کی وجہ سے کافر کہنا بغیر کسی شرعی دلیل کے یہ قابل مذمت اور خطرناک عمل ہے ہر کفر قابل مذمت نہیں جس طرح کہ ہر ایمان قابل تعریف نہیں ایمان میں سے ایک ایمان واجب ہے جیسا کہ اللہ پر ایمان، ایک ایمان حرام اور شرک ہے جیسا کہ ایمان بالطاغوت، اسی طرح ایک کفر واجب اور قابل تعریف ہے جیسا کہ کفر بالطاغوت، ایک کفر قابل مذمت ہے یعنی اللہ اور اس کی آیات اور دین کا کفر، اس طرح کسی مسلمان کو بغیر کسی شرعی دلیل کے کافر کہنا قابل مذمت ہے۔ اسی طرح کسی مشرک وکافر کو مسلمان کہنا اس کی جان ومال کو محفوظ قرار دینا اسے اخوۃ اسلامی میں داخل کرنا اس سے ایمانی تعلق رکھنا یہ بھی خطرناک قابل مذمت فساد کا سبب عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ (الانفال:73)

"جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔"

---

5 اگر کوئی سوال کرے کہ اس شخص کو جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر اعتراض کیا تھا قتل کیوں نہیں کیا گیا؟ اس کا جواب شیخ الاسلام اپنی کتاب الصارم والمسلول میں دیتے ہیں: "یہ رسول e کا خاصہ ہے آپ چاہتے تو معاف کرسکتے تھے جس طرح کے بہت سوں کو تالیف قلب کے لیے معاف کیا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کررہے ہیں"۔ اس کے دیگر جوابات بھی ہیں بلکہ بہت سی مفید مطلب باتیں اور بھی اس حدیث کے ضمن میں موجود ہیں جن کا تذکرہ ہم نے اپنی کتاب "امتاع النظر فی کشف شبہات مرجئۃ العصر" میں کیا ہے۔

البتہ مذکورہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ رسول ﷺ سے مروی نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی کو کافر کہے کافر ہو جاتا ہو جب کوئی شخص وہ عمل کرے جسے اللہ ور سول ﷺ نے کفر کہا ہو؟ اگر اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں کہا جاسکتا تو پھر اس کا تعارض اللہ کے فرمان کے ساتھ آئے گا جو ان لوگوں سے متعلق ہے جو بظاہر مسلمان تھے مگر اللہ نے ان سے کہا تھا:

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (التوبۃ:65)

''بہانے مت بناؤ تم اسلام لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔''

دوسرا فرمان ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ (محمد:25)

''جو لوگ مرتد ہو گئے ہدایت واضح ہونے کے بعد شیطان نے ان کے سامنے مزین کیا (ارتداد) اور انہیں امیدیں دلائیں۔''

فرمان ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (المائدۃ:54)

''ایمان والو جو تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا تو عنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کرے گی وہ لوگ مؤمنوں کے لیے نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے کسی کی ملامت کا انہیں خوف نہیں ہو گا۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دیتا ہے اللہ بہت وسیع اور علیم ہے۔''

اسی طرح کی دیگر آیات بھی ہیں۔ اگر کوئی مسلمان نہ کافر ہو نہ مرتد تو پھر مرتد کے احکام کا کیا فائدہ ہے؟ جن کا کتب فقہ میں تفصیلی ذکر موجود ہے۔ اور نبی ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ

((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ))

''کہ جس نے اپنا دین بدل دیا اسے قتل کر دو۔''

صحیح مسلم میں جو حدیث اس الفاظ اس طرح ہیں:

((من قال لاخیه المسلم یا کافر فان کان کذلك والا عاد علیه))

''جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا اگر وہ ایسا ہی تھا تو (صحیح) ورنہ یہ قول اسی (کہنے والے) پر لوٹ آئے گا۔''

اس حدیث میں لفظ ((فان کان کذلك)) دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ اس مسلمان کو کافر کہا جا سکتا ہے جو اپنے اسلام میں کفر کا مظاہرہ کرتا ہے اور تکفیر کے موانع کی نفی کرتا ہے یعنی اگر وہ مسلمان کہلانے والا کافر ہے تو پھر اسے کافر کہنا صحیح ہے۔ اور اگر وہ کافر نہیں ہے تو یہ لفظ کہنے والے پر پلٹ آئے گا یعنی اس کی تکفیر اسی پر لوٹ آئے گی اگر وہ شخص کافر نہ تھا جسے اس نے کافر کہا ہے۔ لہٰذا جس نے کسی ایسے مسلمان کو کافر کہا جس کا کفر ظاہر ہو چکا ہو تو کہنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا (اگرچہ اس کا یہ فتویٰ صحیح نہ بھی ہو کسی وجہ سے) یعنی موانع تکفیر میں سے کوئی مانع موجود تھا جس کی خبر اس کو نہ ہو سکی تھی) خاص کر جب فتویٰ یا حکم اس نے اللہ کے دین کی حمیت کی وجہ سے لگایا ہو تو ایسا شخص ماجور ہے اسے اجر ملے گا جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا جب انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس منافق کا سر قلم کر دوں (مراد حاطب رضی اللہ عنہ تھے) اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح کر دیا کہ حاطب رضی اللہ عنہ کافر نہیں ہوا ہے مگر عمر رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں کہا کفر یا نفاق کا فتویٰ تجھ پر لوٹ آیا ہے اس لیے کہ تم نے ایک مسلمان کو کافر کہا ہے اور اس کا خون حلال قرار دیا اور جس نے کسی، مسلمان کو کافر کہا وہ کافر ہوا۔ جیسا کہ ان لوگوں کا خیال اور رائے ہے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد میں اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے متعلق ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہت مفید باتوں کا ذکر کیا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ قابل مذمت شخص وہ ہے جو کسی کو تعصب یا قومیت یا خواہش نفس کی بنا پر کافر کہتا ہے۔ موحدین کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس حدیث کی علماء نے اور بھی بہت سی تاویلات کی ہیں:

۱ جس نے توحید اور مسلمانوں کے دین کو کفر کہا وہ کافر کہا۔

۲ انہوں نے اس حدیث کو اس شخص پر محمول کیا ہے جو مسلمانوں کو کافر قرار دینے کے عمل کو معمولی سمجھتا ہو تو ایسا شخص اپنے اس عمل کی وجہ سے کفر تک پہنچ جاتا ہے۔

ان کے علاوہ دیگر تاویلات بھی ہیں۔ تفصیل کے لیے شرح نووی علیٰ مسلم دیکھی جاسکتی ہے۔ علماء نے اس کی تاویل دیگر نصوص کی روشنی میں کی ہے اس لیے کہ اگر اس کا ظاہری معنی لیا جائے تو پھر یہ حدیث دین کے ان اصولوں کے معارض بنتی ہے جو اہل سنت والجماعت کے کفر وایمان کے بارے میں محکم اصول ہیں مثلاً

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (النساء:116)

"اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرمادیتا ہے"

اس بات میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ کسی مسلمان کو دنیاوی غصے یا اپنی خواہش کی بناپر کافر کہنا اسے گالی دینا ہے یہ شرک سے کم تر ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اس حدیث کی تاویل پر مجبور ہوئے ہیں اور اس کو دیگر محکم نصوص کی طرف لوٹا کر اس کی روشنی میں اس کو سمجھے ہیں اگر ہم یہ کہیں کہ اسی شبہ کی بناپر تو ہمارے مخالفین ہمارے خلاف دلیل پکڑتے ہیں کہ ہمیں یا کسی اور موحد مسلمان کو جس نے نفرت توحید اور طاغوت سے براءت کی وجہ سے کافر کہا اور ان کے دین کو خوارج کا دین کہا ان طاغوتوں میں سے جو توحید کے دشمن ہیں اور طاغوتی قوانین کے حمایتی اور مددگار ہیں تو ایسا شخص اس حدیث کی رو سے کافر ہے تو اس بات میں کوئی شک نہیں یہ حق ہے اور جب اس کی تاویل کی ضرورت پڑ جائے اس لیے کہ یہ بلاشبہ کفر ہے۔ جہاں تک ان جاہلوں کی بات کا تعلق ہے کہ کافر صرف وہ ہے جو کافر ماں باپ سے کافر پیدا ہوا ہو تو یہ غلط اور متروک قول ہے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا کہنے والا دراصل دین اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں ہے اس بات کی تردید کرنا صرف وقت کا ضیاع ہے اس لیے کہ اس قول کا مطلب تو یہ ہوگا کہ مسلمان کو کسی حالت میں کافر نہیں کہا جاسکتا حالانکہ یہ ایسی بات ہے جو متقدمین میں سے کسی عالم تو کیا کسی جاہل نے بھی نہیں کی۔ اس قول کے بطلان کے لیے وہی آیات واحادیث کافی ہیں جو ہم پہلے تحریر کرچکے ہیں۔

پانچواں شبہ: لاعلمی عذر ہے

ان قوانین کے حمایتی کہتے ہیں کہ ان قوانین کے حمایتی اور ماننے والے لاعلم ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں تعلیم دی جائے انہیں دعوت دی جائے ان کے سامنے وضاحت کر دی جائے انہیں معلوم ہی نہیں ہے کہ ان کے سردار ور ہنما طاغوت ہیں اور قانون سازی میں ان کی اطاعت اور عبادت شرک ہے۔ لہٰذا اس بنیاد پر ان کی یہ دوستی اور قانون کی حمایت کفر نہیں ہے۔

☆ جواب: اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ان لوگوں کو دعوت دینی چاہیے بلکہ یہ تو بہت ہی احسن و بہترین کام ہے۔

وَ مَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (حٰم السجدۃ:33)

"اس شخص سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور عمل صالح کرتا اور کہتا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔"

لیکن یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ اللہ کی عبادت میں شرک کرنے والا[6] دعوت دیے جانے سے پہلے دعوت دیے جانے کے دوران اور اس کے بعد بھی جب تک توحید کو نہ اپنالیں طاغوت کا انکار نہ کر دیں اُس وقت تک یہ مشرک ہی رہیں گے۔ ان کو دعوت دینے کی اہمیت اس حکم کو تبدیل نہیں کر سکتی نہ انہیں موحد بنا سکتی ہے نہ ان سے شرک کا لفظ ختم کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اِنۡ اَحَدٌ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ اسۡتَجَارَکَ فَاَجِرۡہُ حَتّٰی یَسۡمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ اَبۡلِغۡہُ مَاۡمَنَہٗ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَوۡمٌ لَّا یَعۡلَمُوۡنَ (التوبۃ:6)

"اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیجیے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اس کو اس کی جائے امن پر پہنچا دیں یہ اس لیے کہ یہ لاعلم قوم ہے۔"

اللہ نے مشرکوں کو اللہ کے کلام سننے سے پہلے مشرک قرار دیا انہیں لاعلم بھی کہا ہے۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ انہیں دعوت دیں۔ انہیں اللہ کا کلام سنائیں دین پہنچائیں مگر یہ سب باتیں اس صفتِ (مشرک) میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں

[6] جو اپنے سرداروں کے ساتھ قانون سازی میں موافقت کرتے ہیں یہ بھی مشرک ہیں۔ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں انہوں نے ان قانون سازوں کو اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھا ہے۔

کر سکتیں نہ دعوت سے قبل نہ اس کے دوران نہ اس کے بعد جب تک وہ شرک پر قائم اور توحید سے لاتعلق ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شرک اکبر جو دین حنیف کے منافی ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ عبادۃ ظاہرہ میں سے کوئی بھی عبادت غیر اللہ کے لیے کی جائے یہ شرک اکبر ایسا عمل ہے جس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے چاہے وہ لاعلمی ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ اللہ نے اس پر اپنی حجت مختلف طرق سے قائم کر دی ہے۔جن میں سے علماء نے چند طرق کا ذکر کیا ہے۔

اللہ کی وحدانیت پر ظاہر کونی دلائل۔

۱۔　جن سے اللہ کی ربوبیت، وحدانیت ثابت ہوتی ہے۔ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اکیلا ہی خالق مدبر، مصور ہے وہ اکیلا ہی لائق عبادت اور قانون ساز ہے شرعاً وعقلاً یہ بات جائز نہیں کہ ان میں سے کوئی صفت غیر اللہ کے لیے مانی جائے۔﴿اَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ﴾(الاعراف)''یاد رکھو پیدا کرنا اور حکم کرنا اسی (اللہ) کا کام ہے۔''

۲۔　اللہ کا بنی آدم سے میثاق لینا جب انہیں ان کے باپ آدم کی پشت سے نکالا تھا چیونٹیوں کی طرح۔

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ، اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ (الاعراف:172-173)

''اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور انہیں انہی کی جانوں پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب نے کہا کیوں نہیں ہم سب گواہ ہیں۔ تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے۔ یا یوں کہنے لگو کہ شرک تو پہلے سے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم تو ان کے بعد انکی اولاد تھے۔ تو کیا ان غلط کاروں کے کام پر تو ہمیں ہلاکت میں ڈالے گا؟''

اللہ نے ان کا یہ عذر قبول نہیں کیا کہ وہ لاعلم تھے اور جہالت کی وجہ سے باپ دادا کی تقلید کرتے تھے ظاہر شرک میں جبکہ اللہ نے ان سے پہلے عہد لے رکھا تھا کہ میرے سوا کسی کو ربّ مت بناؤ۔

۳۔　وہ فطرت جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور اسے بندوں کے دلوں میں بٹھا رکھا ہے۔ کہ وہی اللہ خالق، رازق اور لائق عبادت ہے قانون ساز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

((کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودّانہ او ینصّرانہ او یمجّسانہ))

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں ایک روایت میں ہے مشرک بناتے ہیں۔''(متفق علیہ)

مسلم کی روایت میں حدیث قدسی ہے اللہ فرماتا ہے:

((انی خلقت عبادی حنفاء فجاء تھم الشیاطین فاجتالتھم عن دینھم فحرّمت علیھم ما أحللت لھم))

''میں نے اپنے بندوں کو حنفاء پیدا کیا۔ پھر ان کے پاس شیطان آیا انہیں دین سے بھٹکا دیا تو میں نے ان پر وہ چیز (جنت) حرام کر دی جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھی''

۴۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے اس عظیم مقصد کے لیے رسول مبعوث فرمائے:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ(النحل:36)

''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (وہ ان سے کہتا تھا) اللہ کی عبادت کرو طاغوت سے اجتناب کرو۔''

رسول جو خوشخبری دینے والے ڈرانے والے تھے تاکہ لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف انبیاء کی بعثت کے بعد حجۃ نہ رہے۔ جس کو رسول کی دعوت براہ راست نہیں پہنچی اسے بالواسطہ پہنچ گئی ہے۔ اگرچہ ہر نبی کی شریعت الگ الگ تھی مگر توحید اپنانے اور شرک اس اجتناب کرنے میں سب کی دعوت متفقہ تھی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ مَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا (الاسراء:15)

''ہم اس وقت تک عذاب نہیں کرتے جب تک رسول بھیج نہ دیں۔''

اللہ کا یہ فرمان سچا ہے تمام لوگوں کے لیے اللہ نے رسول مبعوث کر دیئے ہیں اور رسالت کا اختتام اور واضح حجۃ کی تکمیل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے کر دی گئی آپ کے بعد رسول اور نبی نہیں ہے۔

۵۔ اللہ نے کتابیں نازل کی ہیں جو تمام کی تمام اس عظیم مقصد کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ان کتب کا اختتام ایسی کتاب پر کیا ہے جسے پانی سے مٹایا نہیں جاسکتا نہ وہ بوسیدہ ہوتی ہے۔اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے قیامت تک کے لیے لیا ہے۔دین کے اکثر مسائل میں اس کی تبلیغ کے ساتھ انذار کو معلق بنایا ہے۔خاص کر سب سے عظیم واہم مسئلہ یعنی توحید کا اس میں بطور خاص ذکر ہے۔((وأوحي الي هذا القرآن لانذركم به ومن بلغ))"میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے سے تمہیں ڈراؤں اور ان کو بھی جن تک یہ قرآن پہنچے۔"فرمان ہے:

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (البینۃ:1)

"مشرکین اور اہل کتاب میں سے جو کافر ہیں وہ باز رہنے والے نہیں ہیں جب تک ان کے پاس دلیل نہ آجائے۔"

پھر اس کے بعد ''بیّنۃ '' اور حجۃ کی وضاحت اس کی ہے:

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (البیّنۃ:2)

"اللہ کے رسول جو پاکیزہ صحیفے پڑھتے ہیں۔"

جس کو یہ قرآن عظیم پہنچ گیا تو اس پر حجۃ قائم ہو گئی خاص کر دین کے واضح ترین مسئلے (توحید) میں۔جو لوگ حجۃ قائم ہونے سے مراد یہ لیتے ہیں کہ ہر شخص کو اس کے مقام پر حجۃ پہنچ جائے تو اس بات کی تردید اللہ نے کر دی ہے جب مشرکوں نے مطالبہ کیا تھا تو اللہ نے فرمایا تھا:

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً (المدثر:49-52)

"انہیں کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے اعراض کرتے ہیں جیسے بدکے گدھے شیر سے بھاگتے ہیں بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلا صحیفہ مل جائے۔"

نبی ﷺ کی دعوت کا طریقہ سب کو معلوم ہے۔جب آپ ﷺ نے کفار کو دعوت دی تو ان کے رؤسا کو خطوط لکھے عوام کو نہیں بھیجے۔اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے نمائندوں پر یہ شرط نہیں رکھی کہ ہر شخص کے پیچھے جاکر اسے دعوت دیں تاکہ ان پر حجۃ قائم ہو خاص کر اسلام سے جنگ کرنے والوں کو۔جب اسلام پھیل گیا تو اب علماء کو وہ حالت درپیش نہیں ہے جو اسلام کے شروع دور میں تھی یا نئے مسلمان ہونے والوں کے ساتھ حالت تھی۔یہ طواغیت اور ان کے مددگار و حمایتی پہلے والے مشرکین کے نقش قدم پر چل رہے ہیں کہ دونوں قرآن سے اعراض کرنے والے ہیں اس لیے کہ قرآن میں توحید ہے۔

قرآن کو ترک کرتے ہیں حق سننے سے احتراز کرتے ہیں۔ یہ جاہل مشرک ہیں مگر یہ جہالت انہوں نے خود اختیار کی ہے کہ یہ محفوظ نصیحت اور قائم ہونے والی حجۃ (قرآن) سے اعراض کرتے ہیں حالانکہ وہ ہر وقت ان کے پاس ہے۔ یہ جہالت یالا علمی اس بناپر نہیں ہے کہ ان کو رسالت نہیں پہنچی یا بے وقوفی، جنون یا بچپنے کی وجہ سے نہیں ہے اس خود اختیار کردہ جہالت کے ساتھ ساتھ انہوں نے اسلام کے ساتھ جنگ شروع کرر کھی ہے اسلامی احکامات سے جان بوجھ کر دور ہوتے ہیں۔ جبکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جنگ کرنے والے مقابلے کرنے والے پر حجۃ قائم نہیں کی جاتی۔ اسی لیے علماء نے اس باب میں فرق کیا ہے اس قتال میں جو دفاع کے لیے ہے اور اس قتال میں جو قتال طلب ہے۔ پھر یہ مقابلہ کرنے والے جو اللہ کے دین کے دشمنوں کی حمایت کرنے والے ہیں یہ اپنے باطل مذہب کے دفاع میں دلیل دیتے ہیں کہ ان پر حجۃ قائم نہیں ہوئی ان کا یہ قول جہالت کے ساتھ ساتھ اللہ کے اس قول کے بھی معارض ہے۔ ﴿قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾ "اللہ کی حجت ہے جو پہنچی ہوئی ہے۔" یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ یہ حجۃ توحید کے معاملے میں کئی طرق سے قائم ہو گئی ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے اپنے والد کے بارے میں کہا تھا کہ ((ان أبي وأباك في النار)) " میرا باپ اور تمہارا باپ جہنم میں ہیں۔" (مسلم) حالانکہ آپ ﷺ کے والد ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ (یس:6)

"تاکہ اس قوم کو ڈرائیں جن کے آباء کو نہیں ڈرایا گیا تو وہ غافل ہیں۔"

یہ صرف اس وجہ ہے کہ توحید کو اپنانے اور شرک اکبر۔ غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کرنے پر اللہ نے حجۃ قائم کر دی ہے جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اسلام کا صرف نام جانتے ہیں۔ اسلام کے احکام کو صرف رسماً اپنائے ہوئے ہیں اور توحید کے معاملے میں قیام حجۃ کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ شرک واضح ترین مسئلہ ہے۔ توحید تو اللہ کا اپنے بندوں پر سب سے بڑا حق ہے۔ اسی لیے تو اللہ نے تمام انبیاء مبعوث فرمائے اسی کے لیے کتب نازل فرمائیں متواتر حجتیں قائم کیں۔ اس پر یہ لوگ کبھی کبھی آیات کا غلط مطلب لے کر شبہات وارد کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ کا یہ فرمان:
﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ (الاسراء:15) اس سے مراد لیتے ہیں کہ جب تک ہر مسئلے میں یہاں تک کہ توحید و شرک میں بھی حجۃ قائم نہ کی جائے تکفیر جائز نہیں ہے۔ حالانکہ اس آیت میں ان کی اس غلط رائے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ: "کہ جب تک ہم رسول نہ بھیجیں کافر قرار نہیں دیتے" بلکہ ﴿مُعَذِّبِيْنَ﴾ کہا ہے۔ اس سے مراد دنیاوی عذاب ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (القصص:59)

''تمہارا رب اس وقت تک کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا جب تک اس میں رسول نہ بھیج دیں جو ان پر ہماری آیات پڑھے۔''

عذاب اخروی بھی مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ:

كُلَّمَآ أُلْقِىَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ قَالُوا۟ بَلَىٰ (ملک:8-9)

''جب بھی اس جہنم میں کوئی قوم ڈالی جائے گی اس سے جہنم کا نگران پوچھے گا کیا تمہارے پاس ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گی کیوں نہیں۔''

جبکہ تکفیر اور وہ بھی خاص کر شرک اکبر اور غیر اللہ کی عبادت کے معاملے میں تو اس آیت سے وہ مراد ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ کافر یا تو عناد کی وجہ سے بنتا ہے جو ''مغضوب علیہم'' ہیں کہ وہ حق کو جاننے کے باوجود اس کا انکار کرتے ہیں ۔یا جہالت کی وجہ سے کافر ہوتا ہے اعراض کرنے والا گمراہ جیسا کہ ''الضالین'' جن کے علماء نے دین بگاڑ دیا تھا۔ ہر کافر کا کفر جانتے بوجھتے کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ اکثر کافر جاہل گمراہ ہوتے ہیں وہ اپنے سرداروں، بڑوں کی تقلید کرتے ہیں اس خیال سے کہ یہ لوگ حق پر ہیں۔ شرک اکبر کا مسئلہ تو نہایت واضح ہے اس پر اللہ نے حجۃ قائم کر دی ہے لہٰذا اس مسئلہ میں لاعلمی عذر نہیں ہے اس لیے کہ اس مسئلے میں لاعلمی دین سے اعراض اور اللہ تعالیٰ کے اس مقصد سے لاعلمی ہے جس کے لیے انسانوں اور جنوں کو پیدا کیا ہے یہ وہ لاعلمی نہیں ہے جس پر حجت قائم نہیں ہوئی ہے۔

زید بن عمرو بن نفیل رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ میں بھی نصیحت وعبرت ہے کہ اس نے توحید کو اپنا لیا تھا حالانکہ خاص اس زمانے میں کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا تھا یہ نبی علیہ السلام کی بعثت سے قبل کا زمانہ تھا یہ اس قوم میں سے تھا جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّآ أَتَىٰهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ (القصص:46، السجدۃ:3)

''اس لیے کہ تو ان لوگوں کو ہوشیار کر دے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا''

اس کے باوجود وہ حنیفی ملۃ ابراہیم پر تھا اپنی فطرت کی بنیاد پر توحید کی طرف آیا تھا طاغوتوں سے براءت کا اعلان کر چکا تھا ان کی عبادت ومدد سے اجتناب کرتا تھا یہ بات اس کی نجات کے لیے کافی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''وہ اکیلا ہی ایک امت کے طور پر اٹھایا جائے گا۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' نے اس کو دیکھا کہ ایک دستر خوان سجا ہوا تھا جس پر بتوں کے نام کا ذبیحہ رکھا تھا تو اس نے کھانے سے انکار کر دیا یہ کہہ کر میں بتوں کے نام پر ذبح کے گئے نہیں کھاتا۔'' وہ قریش کی مذمت انہی ذبائح کی وجہ سے کرتا

تھا کہتا تھا اللہ نے بکری پیدا کی اور اس کے لیے آسمان سے پانی برسایا زمین سے چارہ اگایا پھر تم اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو اللہ کا انکار اور بتوں کی تعظیم کرتے ہوئے۔ (بخاری)

قابل غور بات ہے کہ کس طرح توحید فطرت میں بوئی گئی ہے اور شرک عارضی ہے جسے لوگوں نے ایجاد کیا ہے فطرت کو چھوڑ کر اس کی طرف چلے گئے ہیں۔ یہ ایسا آدمی تھا جس کے زمانے میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا تھا اس کے باوجود اس نے توحید کو پہچان لیا اور اسے اپنا لیا اس کو نجات مل گئی بقیہ تفاصیلِ شریعت اور عبادت جو صرف رسالت پہنچنے سے معلوم ہوتے ہیں ان میں یہ معذور ہے وہ کہتا تھا اے اللہ اگر میں تیری عبادت کے پسندیدہ طریقے جان لیتا تو ان طریقوں کے مطابق تیری عبادت کرتا لیکن مجھے نہیں معلوم پھر زمین پر سجدہ کر لیتا لہٰذا وہ نماز روزہ وغیرہ احکام کے ترک پر معذور ہے اس لیے کہ یہ احکام صرف رسول کی رسالت سے معلوم ہوتے ہیں، جبکہ اس زمانے کے دیگر لوگوں کا عذر نہیں ہے جن میں آپ e کے والدین بھی ہیں اس لیے کہ انہوں نے توحید کو نہیں اپنایا اور شرک و کفر سے براءت کا ظہار نہیں کیا اگرچہ ان کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ اس پر غور کرنا چاہیے اور لا علمی کا عذر جو پیش کیا جاتا ہے اس بارے میں علماء متقدمین و متاخرین نے بحث کی ہے مگر اس کو صحیح اس وقت سمجھا جا سکتا ہے جب اس کے تمام پہلوؤں پر غور کیا جائے اگر اس کی صرف ایک دلیل لی جائے اور اس پر بڑے بڑے مسائل کی بنیاد رکھ دی جائے تو ایسے میں جادۂ حق سے آدمی بھٹک جاتا ہے۔ یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ جن لوگوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو ربّ بنالیا تھا:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبۃ: 31)

''ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے۔''

وہ بھی تو لا علم و جاہل تھے انہیں معلوم نہیں تھا کہ قانون سازی میں کسی کی اطاعت کرنا عبادت اور شرک ہے جیسے کہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہتے ہیں کہ: وہ لوگ ان احبار و رھبان کی عبادت نہیں کرتے تھے مگر وہ یہ جانتے نہیں تھے کہ تحلیل و تحریم اور تشریع میں کسی کی پیروی کرنا عبادت ہے اس کے باوجود انہیں کافر قرار دے دیا گیا کہ یہ صفات (تحریم، تحلیل، تشریع) انہوں نے غیر اللہ کی طرف پھیر دی تھی اس طرح ان کے بارے میں کہا گیا کہ انہوں نے احبار و رھبان کو ربّ بنالیا ہے۔ اس لا علمی کو ان کا عذر تسلیم نہیں کیا گیا اس لیے کہ یہ کام اس فطرت کے خلاف ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ نے پیدا کیا ہے، رزق دیا ہے، صورت بنائی ہے، صحت دی ہے، تو قانون بنانے کا حق بھی صرف اسی کو حاصل ہے کسی اور کو نہیں ہے۔ اللہ نے تمام انبیاء اور کتب کو صرف توحید عبادت ثابت کرنے کے لیے دنیا میں بھیجا ہے اور اس لیے کہ لوگ ایک اکیلے اللہ کو ہی شریعت ساز اور حکم تسلیم کر لیں اور اس کے علاوہ ہر چیز کی عبادت سے اجتناب کر لیں

۔ہمارے اس دور میں تو یہ بات مزید واضح ہو گئی ہے یہ بیورو کریٹ، فوجی، پولیس یا دیگر افرادِ حکومت سے اگر پوچھیں کہ آپ کا دین کون سا ہے ؟تو فوراً جواب دے گا کہ اسلام اس کی کتاب قرآن ہے جسے دن رات پڑھتا ہے تلاوت کرتا ہے۔تو یہ ان پر اتمام حجۃ ہوئی۔اس کے باوجود وہ اسلام اور قرآن کو رسوا کرتا ہے اور ان لوگوں کی جاسوسیاں کرتا ہے۔انہیں گرفتار کرتا ہے جو توحید کی طرف دعوت دینے والا ہے اور اسی اسلام و قرآن کی مدد کرنا چاہتا ہے۔جو توحید کی طرف دعوت دیتا ہے طاغوت کی عبادت سے اجتناب کا درس دیتا ہے۔طاغوت کی شریعت اور قانون سے برائت کا اعلان کرتا ہے وہ طاغوتی قانون جس نے شرعی احکام کو بے فائدہ و بے مصرف بنادیا ہے یہ مسلمان کہلانے والے عمالِ حکومت ان لوگوں کے خلاف توحید کے دشمنوں کی مدد کرتا ہے۔حق کے مقابلے میں ان کا ساتھ دیتا ہے کیا اس طرح دین کی مخالفت بلکہ مقابلہ کسی بھی مسلمان کہلانے والے کی نظروں سے مخفی رہ سکتا ہے۔کیا یہ اتنی پیچیدہ پوشیدہ اور مشکل بات ہے کہ اس کے بارے میں کہا جائے کہ اب بھی حجۃ قائم نہیں ہوئی ؟یہ تو دن کی روشنی کی طرح واضح بات ہے۔

دو متحارب گروہ

دو گروہ ہیں جو باہم متصادم و متحارب ہیں ایک توحید اور دوسرا شرک کا گروہ انسانوں کے خود ساختہ قوانین اپنانے والوں کا گروہ اور شریعت مطہرہ پر عمل پیرا لوگوں کا گروہ ان لوگوں نے اپنے مکمل اختیار و ارادہ اور سوچ سمجھ کر طاغوت کے گروہ کا انتخاب کیا ہے یا تو طاغوت سے محبت کی وجہ سے یا دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دینے کی وجہ سے۔طاغوت کی خاطر جنگ کرتے ہیں جو طاغوت سے اجتناب کرتا ہے اس سے لڑتے ہیں موحدین سے ہر وقت بر سرِ پیکار رہتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ(النساء:76)

”ایمان والے اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور کافر طاغوت کی راہ میں۔“

یہ گروہ جب قیامت میں اہل توحید کی کامیابی دیکھے گا تو کہے گا:

رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا(الاحزاب: 67-68)

”اے ہمارے ربّ ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہنا مانا انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا اے ہمارے ربّ انہیں دوگنا عذاب دیدے ان پر بہت بڑی لعنت کر دے۔“

قابل غور بات

آیت میں لفظ﴿فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا﴾ پر غور کریں۔ کیا ان کا عذر قبول کیا گیا؟ بہت سے کافروں کے بارے میں کہا ہے کہ:

يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا(الکھف:104)

"وہ سمجھتے تھے کہ وہ بہتر کام کر رہے ہیں۔"

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ(الاعراف:30)

"وہ سمجھتے تھے کہ ہم ہدایت پر ہیں۔"

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ(المجادلۃ:18)

"وہ سمجھتے تھے کہ ہم کسی شیٔ(صحیح نظریہ) پر ہیں۔"

مگر ان سب باتوں نے انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا اس لیے کہ انہوں نے ایک واضح اور ظاہر امر کے منافی کام کیا ہے جس پر اللہ نے حجۃ قائم کی ہوئی ہے۔ اسی کے لیے رسولوں کو مبعوث کیا ہے اگر ان کی یہ غلطی ایسے کام میں ہوتی جو پوشیدہ گہرا اور پیچیدہ ہوتا اور ان کے پاس اسلام کی بنیاد (توحید) ہوتی تو ان کی حالت اس کے علاوہ ہوتی۔[7]

اس مسئلے میں بحث بہت طویل ہے اہل علم نے تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت کی ہے ہم نے اس بارے میں ایک کتاب لکھی ہے ''الفرق المبین بین العذر بالجہل والاعراض عن الدین''، مگر ابھی شائع نہیں ہوئی۔

[7] اس پر اس آدمی کا واقعہ دلالت کرتا ہے جس نے کہا تھا کہ میں نے توحید کے علاوہ اور کوئی بھلائی نہیں کی اس نے مرتے وقت اپنی اولاد کو وصیت کی کہ مرنے کے بعد میری لاش کو جلا کر راکھ سمندر میں بہادو اس لیے کہ اگر میں اللہ کے ہاں گیا تو وہ مجھے سخت عذاب کرے گا۔ مرنے کے بعد اللہ نے اسے اٹھایا اس سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا اللہ تیرے خوف سے اللہ نے اس کو بخش دیا۔ بخاری میں لفظ ہے اس نے توحید کے علاوہ کوئی بھی (نیک) عمل نہیں کیا تھا۔ مسند احمد میں صحیح سند سے ہے اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ کی صفات واسماء میں لاعلمی عذر ہے اس لیے کہ یہ صرف رسولوں کی بعثت سے معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ آدمی اللہ کی قدرت سے لاعلم تھا وہ سمجھتا تھا کہ اس کی یہ وصیت اس کو عذاب سے نجات دیدے گی۔ اللہ نے اس کی اس لاعلمی کی وجہ سے اس کو بخش دیا۔ مگر توحید اس کے برعکس ہے وہ اللہ کا بندوں پر حق ہے اس کے لیے اللہ نے عقلی دلائل دیئے ہیں۔ میثاق اور فطرۃ کی حجۃ قائم کی ہے اور رسول بھیج کر اس حجۃ کو قائم کیا ہے تاکہ لوگوں کے پاس اللہ کے ہاں کوئی بہانہ یا عذر نہ رہے۔

چھٹا شبہ: اکراہ، کمزوری، مصلحت، رزق

کہتے ہیں کہ یہ جو طاغوت کی حمایت کرنے والے ہیں ان کو طاغوت سے محبت نہیں ہے بلکہ بہت سے لوگ طاغوت سے انکار کرتے ہیں اس سے بیزار ہیں اپنے دلوں میں طاغوت سے نفرت کرتے ہیں لیکن یہ لوگ مجبور ہیں اپنی روزی تنخواہ ،نوکری کی وجہ سے اور بعض ایسے ہیں جن کی ریٹائرمنٹ میں چند سال باقی رہ گئے ہیں؟ کبھی یہ مجبوری اور کمزوری کا ذکر کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ اس میں اسلام کے لیے مصلحت اور مسلمانوں کے لیے فوائد ہیں:

☆ جواب: اہل سنت اور اہل ضلال کے درمیان ایمان کی تعریف کے بارے میں فرق ہے۔ اہل سنت کے نزدیک ایمان دلی اعتقاد۔ زبانی اقرار اور عمل بالجوارح کا نام ہے صرف دلی اعتقاد کو ایمان نہیں کہا جاسکتا۔ کفر بالطاغوت کے لیے ضروری ہے وہ ظاہری و باطنی دونوں طرح ہو اسی لیے شریعت ظاہر کا مطالبہ کرتی ہیں۔ دلوں میں پوشیدہ باتوں یا خیالات کے بارے میں بات نہیں کرتی اس لیے کہ ان کا علم اللہ کے پاس ہے۔ منافق جب باطن میں نفاذ شریعت سے نفرت رکھتا ہے لیکن بظاہر مسلمان ہوتا ہے اگرچہ وہ مسلمان حکومت کے خوف کی وجہ سے ایسا کرتا ہے مگر ہم ظاہر کا مطالبہ کرتے ہیں باطن سے بحث نہیں کرتے ۔اسی لیے مسلمانوں پر اس کی جان و مال کی حفاظت ضروری ہے آخرت میں اس کا حساب اللہ پر ہے۔

اللہ کا فرمان ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّار (النساء:145)

”منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔“

اسی طرح جس کا خیال ہو کہ وہ باطنی طور پر اللہ پر ایمان رکھتا ہے دلی طور پر طاغوت کا انکاری ہے مگر ظاہری طور طاغوت کا انکار نہیں کرتا ہے۔ بلکہ طاغوت کا مددگار ہے ان کا ساتھ دیتا ہے ان کے قوانین کی حمایت کرتا ہے جبکہ طاغوت کے انکار کا حکم اللہ نے دیا ہے ان سے دوستی کرتا ہے مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرتا ہے ہم اس کے ظاہری اعمال کو ہی لیں گے۔ ہمیں حدیث پر ہی عمل کرنا ہے کہ ہم کسی کے دل کو چیر کر نہیں دیکھتے۔

”اسی لیے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ وحی کی بنیاد پر لیے جاتے تھے ،جو ہمارے سامنے بھلائی کا مظاہرہ کرتا ہم اسے امن دیتے اسے اپنے قریب کرتے ہمیں اس کے باطن سے کوئی غرض نہیں

ہوتی تھی اللہ اس کے باطن کا حساب کرے گا۔اور جو شخص ہمارے سامنے برائی کا اظہار کرتا ہم اسے امن نہیں دیتے تھے اس کی تصدیق نہیں کرتے تھے اگرچہ باطن میں وہ اچھا ہی ہو۔"(بخاری)

اسی بخاری میں اس لشکر کا ذکر بھی ہے جو کعبہ پر حملہ کرے گا تو اللہ ان کو اول تا آخر سب کو دھنسا دے گا اگرچہ ان میں سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان کے ساتھ نہیں ہوں گے مجبور ہوں گے۔اس میں واضح دلیل ہے اس لیے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جو لوگ اس لشکر کی کثرت میں اضافے کے لیے نکلیں گے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حالانکہ ان کے دلوں میں مسلمانوں سے قتال کا ارادہ نہیں ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ سب ایک ہی مرتبہ میں ہلاک ہو جائیں گے اور قیامت میں اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔اس مسئلے کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ یاسق کے بارے میں کہتے ہیں ان میں ایسے بھی ہوں گے جو نمازے پڑھتے ہوں گے اور خود کو مجبور سمجھتے ہوں گے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس لشکر کو ہلاک کرے گا جو کعبہ کی حرمت کو پامال کرے گا چاہے اس میں کوئی مجبوراً شامل ہوا ہو یا بغیر مجبوری کے حالانکہ اللہ ان کے درمیان تمیز کرنے پر قادر ہے۔اللہ قیامت میں انہیں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھائے گا۔تو مؤمن مجاہد کس طرح مجبور و غیر مجبور میں تمیز کرلیں جبکہ وہ اس کا علم ہی نہیں رکھتے؟

ہمارے لیے صرف ظاہری احکام ہیں

یہ جو لوگ مسلمان ہوں گے مگر مسلمان سے لڑنے والے مشرکوں کے لشکر میں اضافے کے لیے شامل ہوں گے ان کا یہ انجام ہو گا تو پھر ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو دنیا میں طاغوت کی حمایت و دوستی کا اظہار کرتا ہے ہم ان پر دنیا میں ہی حکم لگائیں گے آخرت کا حکم ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔

اس کی دلیل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ سلوک ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا جب وہ بدر میں قیدی بن کر آئے تھے انہوں نے کہا کہ میں مجبوراً جنگ میں گیا تھا حالانکہ میں مسلمان ہوں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے باطن کا علم اللہ کو ہے البتہ تمہارا ظاہر ہمارے سامنے ہے۔(مسند احمد)

یہ واقعہ بخاری میں بھی ہے اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ اپنے نفس کا فدیہ دے جس طرح دیگر مشرکین دیں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے وہی سلوک کیا جو مشرکین کے لشکر کی کثرت میں اضافہ کرنے والوں کے ساتھ کیا یہی سلوک ہم ان طاغوت کے حمایتیوں کے ساتھ کریں گے۔کیا ہمیں وہ کام کرنے کی اجازت نہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حالانکہ وہ ہم سے زیادہ متقی اور اللہ سے ڈرنے والے تھے اور تکفیر کے معاملے میں ہم سے زیادہ محتاط تھے۔اس مقام پر مجبوری

کا دعویٰ مسترد کر دیا جائے گا اس لیے کہ کفر کے اظہار کے لیے جو مجبوری ہے اس کی تعریف علمائ نے کر دی ہے اس کا اطلاق ان لوگوں پر نہیں ہوتا علماء نے کفر اور شرک اور مشرکین کی مدد پر مجبور اور معاصی پر مجبور میں واضح فرق کیا ہے جو بھی ان لوگوں کی حالت پر غور کرے گا وہ انہیں کسی بھی طرح مجبور نہیں پائے گا بلکہ یہ ان کی نوکریاں ہیں جن پر یہ فخر کرتے ہیں اس کی تنخواہیں لیتے ہیں۔ یہ کیسی مجبوری ہے جس پر اسے تنخواہ ملتی ہے اس مجبوری میں دس بیس سال گذار دیتے ہیں۔ اگر ان لوگوں کی کمزوری کا عذر مانا جائے تو ان سے پہلے بھی ایک قوم نے یہ عذر پیش کیا تھا مگر وہ قبول نہیں کیا گیا تھا کچھ لوگ تھے جو مکے میں اسلام لائے مگر مشرکوں کے گروہ سے علیحدہ نہیں ہوئے اہل توحید کے گروہ سے نہیں ملے جب بدر کا موقعہ آیا تو مشرکوں نے انہیں اپنی اگلی صفوں میں رکھا۔ غور کرنا چاہیے کہ یہ مسلمان خوشی سے نہیں گئے تھے نہ ہی خوشی سے ان کی فوج میں شامل ہوئے تھے نہ تنخواہیں لیتے تھے جیسا کہ موجودہ دور کے یہ حمایتی کر رہے ہیں اس کے باوجود اللہ نے ان کے بارے میں آیت نازل کر دی کہ یہ لوگ مجبور نہیں ہیں نہ ہی کمزور ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ (النساء:۹۷)

”وہ لوگ کہ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ان کی موت کے وقت فرشتے کہیں گے تم کس حال میں تھے؟“

یعنی کس گروہ میں تھے توحید وشریعت کے گروہ میں یا شرک اور وضعی دستور اور کفری قانون کے گروہ میں تھے۔ واضح جواب یہ ہے کہ وہ کہدیں گے کہ ہم مشرکین کے صف میں تھے جب وہ اس گروہ کی بربادی دیکھ لیں گے تو اس جواب سے انکار کر دیں گے اور کمزوری کا عذر پیش کریں گے یہ سوچ کر کہ یہ عذر انہیں فائدہ دے گا جبکہ وہ شرک اور مشرکین سے براءت کا اعلان کر دیں گے۔

سوچنا چاہیے کہ کس طرح یہ لوگ طاغوت کے گروہ اور فوج سے براءت کی کوشش کریں گے جب یہ آخرت کے پہلے مرحلے میں ہی ہلاک ہوں گے یہ اہم ترین بات تھی جسے انہوں نے معمولی سمجھا تھا اور اس نے ان کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ لیکن اس وقت کی براءت انہیں کیا فائدہ دے گی جبکہ یہ اس گروہ میں شامل ہو کر مرے ہیں ان سے دنیا میں علیحدہ نہ ہوئے اس سے براءت کا اظہار نہیں کیا تو یہ لوگ فرشتوں کے سوال کا کیا جواب دیں گے۔

فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ (النساء:97)

”تم کس حال میں تھے؟ کہیں گے ہم زمین میں کمزور تھے۔“

کافر گروہوں کی یہی دلیل ہے جسے یہ وراثتاً نقل کرتے آرہے ہیں:

اَتَوَاصَوۡا بِهٖ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ طَاغُوۡنَ (الذاریات:53)

''کیا یہ ایک دوسرے کو اس کی تاکید کرتے ہیں؟ بلکہ یہ سرکش قوم ہے۔''

یہ ہمیں بھی یہی جواب دیں گے جب ہم انہیں توحید کی طرف دعوت دیں گے اور شرک سے براءت کا کہیں گے اسی طرح ان کی طرف سے ان کے حمایتی جھگڑتے ہیں جب ہم انہیں بتاتے ہیں کہ اللہ کے دین میں ان کے لیے کیا حکم ہے کہتے ہیں: ﴿كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''ہم ملک میں کمزور تھے۔'' (کمزوری کیا تھی؟) نوکوی تنخواہ، گھر، کیا ان کا یہ عذر قابل قبول ہے؟ فرشتے جو ان کو جواب دیں گے وہ بھی قابل توجہ ہے:

قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا فَاُولٰۤئِكَ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَـنَّمُ وَ سَآءَتۡ مَصِيۡرًا (النساء:97)

''کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے؟ ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔''

کیا رزق کے دروازے وسیع نہیں تھے؟ کہ تم ان مشرک گروہ کو چھوڑ دیتے؟ جو اللہ چیونٹی، شہد کی مکھی، چڑیا اور دیگر کیڑے مکوڑوں کو رزق دیتا ہے جو مشرکین و کفار کو روزی دیتا ہے کیا تمہارے خیال میں وہ متقین اور نیک لوگوں کو رزق دینے سے عاجز ہے؟ جو کہ شرک سے پاک ہیں مشرکوں کے گروہ سے علیحدہ ہیں اور یہ علیحدگی انہوں نے توحید اور اہل توحید کی وجہ سے اختیار کی ہے؟ اللہ نے ان لوگوں کے لیے جو بات بیان کی ہے اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت برا ٹھکانہ ہے حالانکہ یہ لوگ خوشی سے مشرکین کے گروہ میں شامل نہیں ہوئے تھے نہ انہیں علیحدہ ہونے کا اختیار تھا پھر اللہ نے فرمایا:

اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الۡوِلۡدَانِ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ حِيۡلَةً وَّ لَا يَهۡتَدُوۡنَ سَبِيۡلًا ، فَاُولٰۤئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّعۡفُوَ عَنۡهُمۡ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا (النساء:98-99)

''البتہ کمزور وہ مرد، عورتیں اور بچے ہیں جو کوئی ترکیب یا راستہ نہیں پاتے ہو سکتا ہے کہ اللہ انہیں معاف کر دے۔''

اللہ نے کمزوری کا عذر صرف ان لوگوں کا قبول کیا جن کے پاس کوئی حیلہ یا ترکیب نہیں تھی نکلنے یا فرار ہونے کی تاکہ یہ اللہ کی طرف جائیں اور کفار کے گروہ سے نکل جائیں۔ مثلاً کوئی زخمی ہے یا معذور اپاہج ہو یا قید کیا گیا ہو یا کوئی طریقہ وراستہ

نہیں پاتا ہو مسلمانوں کے گروہ کے ساتھ مل سکے یا عورت ہو بوڑھا ہو بچہ ہو یا کمزور لوگ ہو۔ پھر اللہ نے ہجرت اور فرار ہونے کی ترغیب دلائی ہے کہ مشرکین کی صفوں سے نکلا جا سکے ان لوگوں کے لیے وافر رزق کا وعدہ ہے جس نے اللہ کی خاطر کوئی چیز چھوڑی اللہ اس کے عوض میں اسے بہت کچھ دیدیگا۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً (النساء:100)

''جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی وہ پائے گا فراخی اور بہت سے فوائد''

دوسرے مقام پر اپنے مؤمن بندوں کو شرک واہل شرک سے براءت کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ اِنَّ اللهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (التوبة:28)

''اگر تم غربت سے ڈرتے ہو تو اللہ تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اگر چاہے گا بے شک اللہ علیم حکمت والا ہے۔''

کچھ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ وہ مصلحت کے لیے ان طاغوتوں کا ساتھ دے رہے ہیں دین کی خدمت کے لیے ایسا کر رہے ہیں تو یہ غلط بات ہے یہ دین کی نہیں بلکہ صرف اپنی جیب اور اپنے گھر کی خدمت کے لیے ایسا کر رہے ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اللہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ پر رحم کرے ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں کو نصیحت کر رہے تھے جو بادشاہ کے ہاں آتے جاتے تھے بادشاہ اگرچہ شریعت کے مطابق حکومت کرتے تھے مگر کچھ معاصی ان میں پائی جاتی تھیں موجودہ حکمرانوں کی طرح کفر وشرک میں مبتلا نہیں تھے سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حکمرانوں کی قربت سے اجتناب کرو ان کے ساتھ کسی معاملے میں شریک مت ہو اپنے آپ کو یہ دھوکہ مت دینا کہ تم کسی مظلوم کی سفارش یا کمزور کی مدد کے لیے حکمرانوں کے قریب ہو رہے ہو یہ ابلیس کا دھوکہ ہے یہ اس کی سیڑھی ہے اس کے ذریعے سے تمہیں گناہوں کی طرف لے جائے گا۔ واقعی یہ ابلیس کا دھوکہ ہے جسے اب یہ لوگ دعوت کی مصلحت قرار دے رہے ہیں اس کے ذریعے سے توحید کی عمارت ڈھا رہے ہیں حق اور باطل کو باہم خلط ملط کر رہے ہیں۔ سید قطب رحمۃ اللہ علیہ نے سچ کہا کہ بہت سے داعیوں نے عاجزی یا حسن سلوک کو اس طرح اپنا لیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کے سامنے بت کی پوجا ہوئی یا انہوں نے کی (تاکہ بت پرستوں کے ساتھ رہیں اور ان کو دعوت دے سکیں)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں کسی نے فتویٰ مانگا اہل سنت کے اس آدمی کے بارے میں جس نے ڈاکوؤں کے ایک گروہ کو قتل ڈاکہ وغیرہ کبائر منصوبہ بناتے ہوئے سنا مگر ان کو سمجھانے کی ہمت نہ کر سکا البتہ اس نے ان لوگوں کے لیے فحش سے پاک گانے کی محفل کا انتظام کیا یہاں تک کہ اس کی وجہ سے ان ڈاکوؤں میں سے بہت سے راہِ راست پر آ گئے اور جو کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب نہیں کرتے تھے اب صغیرہ بلکہ شبہات سے بھی بچنے لگے۔ کیا شیخ کا یہ طریقہ صحیح جائز اور

مشروع ہے؟ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ طریقہ بدعت ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمانی طریقے کے مطابق گانا شیطانی راستہ ہے۔ اگرچہ اس کا بظاہر نتیجہ اچھا نکلا مگر اس کے لیے ذریعہ صحیح نہیں اختیار کیا گیا نجاست نجاست سے پاک نہیں کی جاسکتی پیشاب سے پیشاب کو نہیں دھویا جاتا۔ دعوت کا مقصد جتنا عظیم وبلند رتبہ ہے پاکیزہ ہے اس کے لیے ذریعہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ سب سے اہم چیز توحید ہے اور سب سے بدترین چیز شرک ہے توحید جیسی مصلحت کے سامنے ہر مصلحت ردّ کی جاسکتی ہے اور شرک کے سامنے ہر برائی معمولی ہے۔ کسی کے لیے جائز نہیں ہے جو توحید کی عظمت اور شرک کی قباحت سے واقف ہو کہ وہ توحید کو ڈھانے والے کدالوں میں سے ایک کدال بن جائے اور شرک کے محافظوں میں سے ایک محافظ بن جائے اور اس کے لیے دلیل مصلحت کو بنائے جو اس کے خیال میں مصلحت ہو خرابیوں کو ختم کرنے کا سبب ہو۔ نہ ہی اپنے دین کو قربانی کا بکرا بنائے کہ ہر مصلحت پر اسے ذبح کیا جائے۔ مزید تفصیل کی گنجائش ہے مگر یہی مختصر بھی سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

اختتام

بہت سے لوگ ہیں جو حقیقت توحید سے واقف نہیں ہیں وہ ہم سے کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی تکفیر سے تم کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو؟ یعنی طواغیت کے ان گماشتوں اور حمایتیوں کی تکفیر کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ جب اللہ کا یہ حکم ہے اور رہے گا تو اس کی حکمت اور مصلحت کا فائدہ معلوم کرنا ہمارے لیے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اللہ کے بندوں کے لیے یہی بات باعث خوشی رضامندی واطمینان ہوتی ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اس پر عمل کرنا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کام کے بہت سارے فائدے ہیں جن کی تفصیل یہاں بیان کرنا ممکن نہیں البتہ ایک فائدہ تو ظاہر اور واضح ہے کہ عملی توحید (ملۃ ابراہیم) ثابت ہو جاتی ہے تو یہی فائدہ کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (الممتحنۃ:4)

”تمہارے لیے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم بیزار ہیں تم سے اور جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو ان سے بھی ہم تمہارا اور تمہارے اس

عمل کا انکار کرتے ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی و نفرت ظاہر ہو گئی ہے ہمیشہ کے لیے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی اقتداء کی طرف دعوت دے رہا ہے اس ملت اور اس کے ارکان یعنی شرک و مشرکین سے براءت اپنانے کی دعوت دے رہا ہے ان سے دشمنی کا حکم دے رہا ہے جب براءت وعداوت کا اظہار نہیں ہو گا تو کافر و مسلم کا فرق کیسے واضح ہو گا؟ کس سے براءت کا اعلان کریں گے اور کیسے کریں گے؟
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ، وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُد، وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ، وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ، لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ(الکافرون)

"کہدو اے کافرو میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم میرے معبود کی عبادت کرنا چاہتے ہو اور میں تمہارے معبود کی عبادت کرنے والا (مستقبل میں بھی) نہیں ہوں۔ اور نہ تم (مستقبل میں) میرے معبود کی عبادت کرنے والے ہو (لہٰذا) تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔"

ایک اور بہت بڑا فائدہ غلط کو صحیح سے الگ کرنا خبیث کو طیب سے ممتاز کرنا اور مجرمین کا راستہ طریقہ سامنے لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ(الانعام:55)

"اور اس طرح ہم تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں تاکہ مجرمین کا راستہ واضح ہو جائے۔"

اب جو شخص کفر اور ایمان کافر اور مسلم میں فرق نہیں جانتا اس کے سامنے مجرمین کا راستہ کیسے واضح ہو گا؟ تاکہ وہ اس سے اجتناب کرے اور مؤمنین کے راستے پر چل پڑے۔ کس طرح مؤمنین سے اللہ کے لیے محبت اور مجرمین سے اللہ کے لیے نفرت کی جائے شرک و مشرکین سے نفرت وعداوت کا ظہار کیسے کیا جائے گا؟ جبکہ یہ ایمان کا مضبوط ترین کڑا ہے جسے تھامنا ایمان کا لازمی جزء ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ(الانفال:73)

”کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہوگا۔“

مؤمنین سے دوستی اور مشرکین سے دشمنی اسی وقت ہو سکتی ہے جب عملی طور پر دوستی و دشمنی کی علامات سامنے آجائیں دونوں طرف کے گروہوں میں تمیز ہو سکے مجرمین و مؤمنین کے راستوں کی تعیین ہو سکے اگر ایک چیز عملاً ثابت ہو جائے تو وہ بہت بڑی دلیل بن جاتی ہے اس مسئلے کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے ہی اب یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس سے محبت کی جائے کس سے نفرت وعداوت رکھی جائے؟ مسلمانوں اور مجرمین میں اختلاط پیدا ہو چکا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس اختلاط کی مذمت کی ہے فرمایا ہے:

اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ كَالۡمُجۡرِمِيۡنَ مَا لَكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ (القلم:35)

”کیا ہم مسلمانوں کو مجرمین کی طرح بنادیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے فیصلے کرتے ہو؟“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِيۡنَ كَالۡفُجَّارِ (ص:28)

”کیا ہم متقین کو گناہ گاروں کی طرح بنادیں گے؟“[8]

اللہ نے اس مسئلے پر ہی کچھ احکامات کی بنیاد رکھی ہے مثلاً جان کی حفاظت، میراث، ولائ، نکاح، ذبح، دوستی اور معاملات وغیرہ حقوق جو صرف مسلم کے مسلم پر ہیں کافر اس سے خارج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موحدین جو معاملہ اور سلوک اور جو رویہ مشرکین کے ساتھ رکھتے ہیں دیگر لوگ جو اس مسئلہ کو اہمیت نہیں دیتے وہ اس طرح کا رویہ مشرکین کے ساتھ نہیں رکھتے بلکہ موحدین پر اعتراض کرتے ہیں انہیں بدعتی بلکہ کافر تک قرار دینے سے دریغ نہیں کرتے صرف اس وجہ سے کہ یہ موحدین خالص توحید کو اپناتے ہیں شرک و مشرکین سے براءت کا اظہار کرتے ہیں ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اس بنیاد پر ان لوگوں نے موحدین سے نفرت وعداوت شروع کر رکھی ہے ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں ان کی دعوت کو مطعون کرتے ہیں اس کے برعکس اللہ کے دشمنوں سے ہر طرح کی محبت و دوستی روا رکھتے ہیں انہیں اپنی محفلوں میں شریک کرتے ہیں یہ لوگ توحید کی عظیم مصلحت جو کہ مسلمانوں اور مشرکین میں فارق ہے اور ملکی یکجہتی جو کہ کافروں اور مسلمانوں کو یکجا کرتی ہے دونوں میں فرق نہیں کرتے۔ یہ لوگ جہالت یا تجاہل کی وجہ سے نبی ﷺ کی اس وصف سے بے پروائی کرتے ہیں جو فرشتوں نے بیان کی تھی کہ:

---

[8] اس مسئلے کی بارے میں سوچنا تک گوارا نہیں کرتے وہ مجرمین کو مسلمانوں پر ترجیح دیتے ہیں مسلمانوں کی شکایتیں ان مجرمین کے پاس لے جاتے ہیں موحدین کو ختم کرنے کے لیے مشرکین کا ساتھ دیتے ہیں موحدین کو تکفیری کہتے ہیں اس کی مثال حلبی کا جواب ہے جو اس نے کچھ لوگوں کے سوال کے بعد دیا تھا کہ کیا تکفیریوں کی شکایت اس دور میں حکمرانوں کے پاس کی جا سکتی ہے؟ حلبی نے کہا اگر فساد اور نقصان کا اندیشہ ہو گمراہی اور شر کا ڈر ہو تو پھر یہ لازمی ہے (شرح السنۃ للبربہاری کیسٹ نمبر ۱۱)۔ جاہلوں کی بات پر غور کریں یہ ضرر و فساد کس کو کہتے ہیں؟ گمراہی سے کیا مراد لیتے ہیں؟ جس کے خاتمے کے لیے مشرکین کی مدد کرنا اور مدد لینا جائز سمجھتے ہیں اور موحدین کے خلاف مشرکین سے مل کر کاروائی کرتے ہیں۔

((ومحمد فرق بين الناس ۔ بخاری)) ایک روایت میں ہے:((فرّق بين الناس))
"کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں (مسلمان مشرکوں کے درمیان) فرق کرنے والے ہیں۔"

یہ لوگ فرقان کی رہنمائی سے اعراض کرتے ہیں جس نے مشرکین و موحدین میں فرق کیا ہے ایک فائدہ اس تکفیر کا یہ ہے کہ مشرکین بت پرست، مشرکین اہل کتاب اور مشرکین مرتدین کی پہچان ہو جاتی ہے کہ اصلی کافر یہی ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں انہیں سب سے پہلے " لا الہ الا اللہ " کی دعوت دو، ایک روایت میں ہے انہیں اللہ کی وحدانیت کی دعوت دو۔ اگر وہ تمہاری اس بات کو تسلیم کر لیں تو پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں (صحیحین)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی حالت و حکم دونوں بتلا دیئے پھر دعوت کی ترتیب بتائی ان سے کیا معاملہ کرنا ہے وہ بتایا۔ آخر میں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انہیں اللہ کا خوف کرنا چاہیے اپنے بارے میں بھی اور ہمارے بارے میں بھی جو لوگ کہ ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم بالعموم تمام لوگوں کو کافر کہتے ہیں حالانکہ انہوں نے ہماری بات سنی ہی نہیں نہ ہماری کتابیں پڑھی ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے جس سے کوئی بات مخفی نہیں ہے ان کی تمام چھوٹی بڑی باتیں اعمال نامے کے اندر محفوظ ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا(الاحزاب:58)

"جو لوگ مؤمن مردوں عورتوں کو ایذاء دیتے ہیں اس بات یا کام پر جو انہوں نے کیا تک نہیں تو یہ (ایذاء دینے والے الزام لگانے والے) بہت بڑا گناہ اور بہتان کا کام کر رہے ہیں۔"

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((من قال في مؤمن ماليس فيه اسكنه الله ردْغة الخبال حتى ياتي بالمخرج مماقال))
"جس نے مؤمن کے بارے میں ایسی بات کہی جو اس میں نہیں تھی تو اللہ اس آدمی کو جہنمیوں کی پیپ میں رکھے گا جب تک اس جرم کی سزا نہ بھگت لے۔" (رواہ أبو داود و طبرانی وغیرھما)

ہم وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم کسی مسلمان کو ایسے گناہ پر کافر قرار نہیں دیتے جو کافر بنانے والا گناہ نہ ہو جب تک وہ اس گناہ کو حلال نہ سمجھے۔ نہ ہم بالعموم تمام لوگوں کو کافر کہتے ہیں جس طرح کہ ہم پر طاغوتوں کے حمایتی الزام لگاتے ہیں ہم اس کو کافر کہتے ہیں جو توحید کو ڈھانے والا یا ڈھانے والوں کے مددگار و معاون ہیں یا جو لوگ توحید کے منافی امور کے مرتکب ہیں یا

اہل توحید سے دشمنی کرتے اور اہل توحید کے دشمنوں سے دوستی اور مدد کرتے ہیں جو موحدین کے خلاف ان کا ساتھ دیتے ہیں ۔ہم جانتے ہیں کہ تکفیر کے لیے کچھ شرائط اور موانع ہیں ہم ان شرائط کو ملحوظ رکھ کر تکفیر کرتے ہیں اور جب موانع ورکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں تب کرتے ہیں۔ہم جانتے ہیں کہ کوئی شخص بعض دفعہ کفریہ قول یا عمل کا ارتکاب کرتا ہے مگر کسی رکاوٹ اور مانع کی وجہ سے اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ ہم نے ان سطور میں جو کچھ کہا ہے یا دیگر اپنی کتب میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہے توحید کے دشمنوں شرک کے حمایتیوں سے نکلنے والوں کی تکفیر سے متعلق جو کہ دین سے نکلنے کے علاوہ انسانوں کے بنائے ہوئے شرکیہ دساتیر و قوانین کی حمایت و مدد کرتے ہیں۔ان لوگوں کے واضح کفر پر ہمارے پاس شرعی دلائل ہیں یہ کام ہم استحسان ،تقلید یا اپنی خواہش کی بنا پر نہیں کرتے ہم ان سے کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈرو۔

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرۃ:42)

''حق اور باطل کو باہم خلط مت کرو حق کو مت چھپاؤ حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔''

ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے ان دونوں کے علاوہ ہم کسی کو فیصلہ کا حق نہیں دیتے قرآن و سنت سے کوئی دلیل لے آؤ جو ہماری اس بات کو غلط ثابت کر دے تو آپ دیکھیں گے کہ ہم اپنی بات سے کتنی جلدی رجوع کرتے ہیں۔

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (البقرۃ:111)

''دلیل لاؤ اور اپنی سچائی ثابت کرو۔''

جہاں تک بلا دلیل اور خود ساختہ الزامات وبہتانوں کی بات ہے جن میں قرآن و سنت کی کوئی دلیل نہیں ہے تو ہم ان کو ردّ کرتے ہیں انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتے بلا دلیل باتیں کرنا بے فائدہ و بے مقصد کام ہے ہم اس سے گریز کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ (الجاثیۃ:6)

''اللہ اور اس کی آیات کے علاوہ یہ کس بات پر یقین کریں گے؟''

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ قرآن و سنت کے بارے میں فرماتے ہیں:

جس کے لیے یہ دونوں کافی نہیں تو اللہ اسے زمانے کی برائیوں سے نہ بچائے۔ جس کو ان دونوں سے تسلی و تشفی اور شفاء نہیں ملتی اللہ اس کے دل و جسم میں شفاء نہ دے۔ جس کے لیے یہ دونوں کفایت نہ کریں۔ اللہ اسے محروم ہی رکھے۔ بات ہمیشہ بڑوں سے کی جاتی ہے۔ ذلیل و کمتر لوگوں سے نہیں۔ وصلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکفیر اللہ کا حکم ہے

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وبعد.

عمان میں حلبی، حلالی اور نصر جیسے فریب کاروں اور ارجاء کے علمبرداروں نے یہ آواز بلند کی کہ تمام (اسلامی) ممالک کو سب سے بڑی پریشانی یا مشکل کا جو سامنا ہے وہ ہے تکفیر اور تکفیر یےّن کو قابو کرنا۔ حالانکہ یہ فریب کار حلالی، حلبی و نصر یہودیت میں داخل ہونے کے لیے تیار بیٹھے ہیں بچھڑے کے پجاریوں (یہودیوں) کے ساتھ ان کی دوستی ہے ان کی تعریف کرتے ہیں ان کی طرف دعوت دیتے ہیں لگتا ہے عنقریب یہ بھی ان میں شامل ہو جائیں گے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی حکمران (مسلم ممالک یا عمان کا) اس مشکل سے نکلنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ سب تکفیر اور تکفیریوں سے مقابلے کے لیے متحد ہو جائیں ان کے نظریات وعقائد اور ان کی سرگرمیوں کی سرکوبی کریں تب یہ سکون واطمنان سے حکومت کر سکیں گے۔ ان کے خیال میں امت کی مشکلات کا حل یہی ہے۔ اور اب عملاً عمان کے عیش پرست (حکمرانوں) کو ان کی دعوت نے متاثر کیا ہے جو خواہشات کے پیرو اور طاغوت کے حکم کو ماننے والے ہیں اب وہ اس بات پر اپنی حکومتوں کو آمادہ کر رہے ہیں کہ تکفیر کی ثقافت سے جنگ کریں۔ ان کے نظریات وعقائد کے خلاف کاروائیاں کریں بلکہ اس کام کو اپنی ترجیحات میں سرفہرست رکھیں۔ بعض لوگ اب یہ کوشش کر رہے ہیں کہ یہ عیش پرست (حکمران اور ان کے حاشیہ نشیں مذہبی طبقہ) توحید وجہاد سے سرشار جوانوں اور جو بھی تکفیر کا حامل ہے ان پر کفر کے فتوے لگائیں اور انہیں ملت سے خارج قرار دیں۔ ہم ان طاغوت پرستوں اور ان کے دوستوں و ہمدردوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ثقافۃ تکفیر، عقیدہ تکفیر تو قرآنی و نبوی عقیدہ ہے اس پر قرآن وسنت کے سینکڑوں نصوص موجود ہیں میں نے جب کلمہ ''کفر'' اور اس کے مشتقات پر غور کیا تو اسے میں نے قرآنی آیات میں تین سو سے زیادہ مقامات پر مستعمل پایا۔ ان آیات اور ان کے مدلولات کا آپ کیا جواب دیں گے؟ جب تم لوگ تکفیر کی ثقافت اور عقیدہ کا مقابلہ کرنا اس سے لڑنا چاہتے ہو تو کیا تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنا چاہتے ہو؟ کتاب وسنت کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو؟ حالانکہ تم سب کچھ جانتے بوجھتے ہو؟ اس بات کا تمہارے پاس کیا جواب ہے اگر ایک آدمی زنا کرتا ہے تو اسے زانی کہتے ہیں چوری کرنے والے کو چور کہتے ہو سود کھانے والے کو سود خور کہتے ہو مگر جب کوئی شخص صریح اور بلا تاویل کفر کرتا ہے تو اسے کافر نہیں کہتے؟ اگر تم چاہتے ہو کہ اور اس چاہت میں سچے ہو کہ تم کافر نہ بنو اور نہ تمہیں کوئی کافر کہے نہ تمہارے بارے میں اس قسم کی بحث کرے تو تم کفر سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اس کا ارتکاب مت کرو۔ اس سے براءت کا

اعلان کرو۔ اور مکمل طور پر اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اور اگر تم تمام قسم کی برائیوں میں ملوث کفر صریح کے مرتکب ہو اور اللہ ورسول کے دشمنوں کی مدد کرتے رہو۔ امت مسلمہ کے خلاف ان کے دست وبازو بنے رہو۔ مومنوں میں فحاشی پھیلاتے رہو ان کو دین سے برگشتہ کرتے رہو۔ اور پھر بھی یہ امید رکھو خواہش رکھو کہ تمہیں کوئی کافر نہ کہے؟ تمہاری مذمت وتردید نہ کرے؟ اس طرح ہونا تو شرعاً وعقلاً ناممکن ہے۔ ایسے کرتوتوں کے ارتکاب کے بعد تو قابل ملامت ومذمت تم ہو نہ وہ کہ جو تمہیں کافر کہتے ہیں اور تم پر وہی حکم لاگو کرتے ہیں جو اللہ نے کیا ہے۔ اور جس کے تم مستحق ہو۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ کسی چیز کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ صرف ایک اللہ کے اختیار میں ہے۔ اگر اللہ نے کسی عمل یا صفت کی وجہ سے کسی کو کافر کہا ہے تو ہم بھی اس پر کفر کا حکم لگائیں گے۔ جسے اللہ نے فاسق اور ظالم کہا ہے ہم بھی اس پر وہی حکم لگائیں گے اس سے تجاوز نہیں کریں گے۔ مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق چلتا رہے وہ اسے جہاں اور جس طرف لے جائے۔ اس کے علاوہ مسلمان کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔ اب اگر ایک شخص صریح کفر کا مرتکب ہوتا ہے ایسا کفر کہ جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے اب اگر کوئی شخص اس کو کافر قرار دے رہا ہے۔ کافر کو مؤمن مسلم بنا رہا ہے۔ ایسا کرنا بھی بذاتہ کفر ہے جیسا کہ اہل علم نے ثابت کیا ہے۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے متفقہ نواقضِ اسلام کا جہاں ذکر کیا ہے ان نواقض میں سے یہ بھی ہے کہ ”جس نے مشرکین کو کافر نہیں سمجھا یا ان کے کفر میں شک کیا یا ان کے مذہب کو صحیح کہا تو یہ شخص بالاجماع کافر ہے“ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ تکفیر کا عقیدہ اور عقیدۂ الولاء والبراء یہ دونوں عقیدے باہم لازم وملزوم ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے کے وجود کا ذریعہ ہے دونوں میں سے کسی ایک کے خاتمہ سے دوسرا بھی ختم ہو جائے گا۔ الولاء والبراء کے عقیدے پر عمل کرنے کا لازمی نتیجہ ہے کہ اس آدمی کو کافر کہا جائے جو اس کا مستحق ہو (یعنی جس کا کفر ثابت ہو بلا تاویل) ورنہ ہم کافروں اور ان کے کفر سے براءت کا اعلان کیسے کریں گے جبکہ ہمیں ان کے کفر کا علم ہی نہیں ہو تو ہم ان کے کفر پر کفر کا حکم کیسے لگائیں گے؟ ہم کس طرح مؤمنوں مسلموں کو دوستی کے لئے خاص کریں گے ہم ان میں اور مشرکین کافرین میں تمیز نہیں کریں گے؟ جو آدمی کافر کو کافر مشرک کو مشرک نہیں کہتا تو وہ شرعی الولاء والبراء پر حقیقی طور پر عمل نہیں کر رہا۔ اس لیے کہ تکفیر براءت کی ہی ایک صورت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرَاهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (الممتحنۃ:4)

”تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھی بہترین نمونہ ہیں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ ہم تم سے اوراللہ کے علاوہ تمہارے معبودوں سے براءت کا اعلان کرتے ہیں ہم تمہارے (عمل) کا انکار کرتے

ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان عداوت و نفرت ظاہر ہو گئی ہمیشہ کے لئے جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔"

فرمان باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ، لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (الکافرون:1-2)

"کہدو اے کافرو! میں تمہارے معبودوں کی عبادت نہیں کرتا۔"

اگر کوئی شخص عقیدۂ تکفیر کی مخالفت کرتا ہے تو وہ الولاء والبراء کی بھی مخالفت کرتا ہے اس طرح وہ عقیدہ جہاد کی بھی تردید کر رہا ہے۔ اور جب امت میں براء والولاء اور جہاد نہ رہے تو پھر اسے زیر نگیں کرنا شکست دینا آسان ہو جاتا ہے۔

ہم کہتے ہیں تم لوگ حقیقی تکفیر سے منع کرتے ہو خود بھی رک جاتے ہو مگر باطل وغلط تکفیر میں مبتلا ہو گئے ہو۔ طاغوت کے کفر وظلم کے پیروکاروں کی تکفیر سے انکار کرتے ہو اور جہاد کرنے والے موحد نوجوانوں کو صرف اپنے طاغوتی حکمرانوں اور سرپرستوں کی دلجوئی کے لئے کافر قرار دیتے ہو۔ اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں ان میں سے ایک ثبوت حلبی کا خطبہ ہے جو اس نے مسجد ہاشمیہ میں دیا اور دیگر شہروں میں بھی اس کی تشہیر کی تھی اس کا عنوان انہوں نے رکھا ہے: "الخطبۃ السلفیۃ فی سحق التکفیریۃ" اس خطبہ میں وہ کہتا ہے: "یہ بے وقوف دین سے خارج جاہل لوگ ہیں شکوک وشبہات پیدا کرنے والے ہیں ان کے دل کی سیاہی ان کی زبانوں پر آ گئی ہے یہ لوگ پوری امت یا اکثر امت کو گمراہ قرار دیتے ہیں اور امت کے حکمرانوں کو کافر کہتے ہیں"۔ اگر یہی باتیں ان کے بارے میں کی جائیں کہ یہ خود ایسے ہیں تو ان کے پاس جواب نہیں ہو گا"۔ اس کو ان لوگوں کی تکفیر پر غصہ آتا ہے جو طاغوت کے حمایتی ہیں اور ان اہل توحید کو کافر قرار دینے میں تامل نہیں کرتا جو ظالم طاغوتوں کی کفر کی بات کرتے ہیں۔ اہل توحید اور توحید کی طرف دعوت دینے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور طاغوتوں اور یہود کے پیروکاروں کی تکفیر میں تردد کرتے ہیں۔ ہم نے اگر یہ بات کی ہے کہ یہ عیش پرست دنیا کے پجاری طاغوتوں سے امیدیں رکھنے والے موحدین کے لیے خوارج سے بھی زیادہ سخت ہیں تو یہ ہم نے کوئی غلط بات نہیں کی تھی۔ اس کا ایک ہم نوا الہلالی اپنے اسی طرح کے ایک خطبہ میں کہتا ہے۔ "ہم خود بھی چوکنے ہیں اور دوسروں کو بھی متنبہ کر چکے ہیں اور کرتے رہیں گے کہ تکفیری فکر بہت بڑا خطرہ ہے۔ یہ لوگ پورے معاشرے کو عوام اور حکمرانوں دونوں کو کافر کہتے ہیں اقوام وافراد کو کافر کہتے ہیں اور اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لیے وہ آیات پیش کرتے ہیں جو مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان آیات کو مسلمانوں پر منطبق کرتے ہیں۔ ان کی سوچ کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ یہ لوگ آیت:

وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ

جو اللہ کے نازل کردہ (دین) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ (المائدہ:44)

اس آیت کے مد نظر یہ لوگ مسلم حکمرانوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ چونکہ یہ حکمران امریکی و برطانوی قانون کے تحت حکومت کر رہے ہیں اپنے ممالک میں انہی قوانین کو نافذ کر چکے ہیں اس لیے یہ سب حکمران کافر ہیں۔ یہ لوگ اس آیت کا معنی و مفہوم سمجھ نہیں پائے نہ ہی اس میں تدبر کیا ہے حالانکہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی ہے مائدہ کی تینوں آیات انہی کے بارے میں ہیں۔ یہ خوارج اور ان کے متبعین و پیروکار بدترین مخلوق ہیں اسی لیے ہم ان پر ہمیشہ تنقید کرتے رہتے ہیں ان سے مناظرے مباحثے کرتے ہیں انہیں سمجھاتے ہیں کہ صرف حکم بغیر ما انزل اللہ ایسا کفر نہیں ہے جو ملت سے خارج کرنے والا ہو ملت سے انسان تب خارج ہوتا ہے جب حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کرے۔ اور یہ عمل استحلال ایسا ہے جو قلبی امر ہے اللہ کے علاوہ اسے کوئی نہیں جانتا"۔ اگر ہلالی کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے اور قلبی امر قرار دے کر نظر انداز کیا جائے تو پھر روئے زمین پر ایسا کوئی حکمران نہیں ہوگا جسے کافر کہا جاسکے اگرچہ وہ کتنا ہی اللہ کے احکام سے اعراض کرنے والا ہو اور بغیر ما انزل اللہ پر فیصلے کو جائز بھی سمجھتا ہو اس کی مخالفت کرتا ہو۔

ان سب باتوں کے باوجود کچھ لوگ ان بدلوگوں کا دفاع کرتے ہیں کہ یہ (ہلالی۔ حلبی وغیرہ) مرجئہ نہیں ہیں بلکہ یہ سنت اور سلفیت کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اس نے کہا ہے کہ (توحید و جہاد کی طرف بلانے والے نوجوان) قوموں اور معاشروں کو کافر قرار دیتے ہیں تو یہ بات سراسر جھوٹ ہے یہ جھوٹ اس نے صرف اس لیے بولا ہے کہ یہ اپنے دوستوں کے دفاع کا جواز پیش کرنا چاہتا ہے وہ دوست جو طاغوت حکمران۔ کافر ظالم ہیں اگر یہ اپنے مخالفین کے بارے میں صرف اتنا کہتا کہ یہ کافر ظالم اور طاغوتی حکمرانوں کو کافر کہتے ہیں تو پھر اس کی بات سامعین کو متاثر نہیں کر سکتی تھی بلکہ وہی سامعین اس کی مخالفت پر اتر آتے کہ (جو نوجوان ظالم کافر طاغوتی حکمرانوں کو کافر کہتے ہیں تو وہ صحیح کر رہے ہیں) ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ جو بات ان لوگوں کے غصے کا سبب ہے اور جو تکفیر کا ثبوت ہے وہ عبادہ بن صامت کی روایت ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ:

> ہمیں نبی ﷺ نے بلایا ہم سے بیعت لی اس بیعت میں یہ عہد ہم سے لیا کہ ہم حکمرانوں سے اختیارات یا حکومت نہیں چھینیں گے الا یہ کہ تم انہیں ایسا صریح کفر کرتا دیکھ لو تمہارے پاس اللہ کی طرف سے اس پر کوئی دلیل ہو۔

اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اور دیگر نصوص شرعیہ کو مد نظر رکھ کر اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ حاکم جب واضح کفر کا اظہار وارتکاب کرے اور ارتداد میں پڑ جائے تو امت پر اسے ہٹانا اس کے خلاف بغاوت کرنا اس کی اطاعت کو چھوڑ دینا

واجب ہے۔ان لوگوں کی اور ان کے سرپرستوں کی حقیقی مشکل تو اس نبی ﷺ کی بات ہے جس نے اپنی امت پر طاغوتی حکمرانوں کے خلاف خروج واجب کر دیا ہے (جب وہ کفر بواح کا ارتکاب کریں) ان کی مشکل تکفیری نہیں ہیں۔یہ تو وہ قوم ہے جنہوں نے رسول ﷺ سے دشمنی مول لی ہے انہیں کامیابی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نہ تو خود تکفیر میں غلو کرتے ہیں نہ اس کو پسند کرتے ہیں تکفیر میں غلو ایک اور چیز ہے اور تکفیر الگ چیز ہے۔تکفیر اللہ کا حکم ہے اللہ کی شریعت کا حصہ ہے۔جبکہ تکفیر میں غلو کرنا قابل مذمت عمل ہے۔یہ تفریط اور ارجاء وجہمیت کا حصہ ہے۔اللہ کے فضل سے ہم غلو اور غلو کرنے والوں کے خلاف ہیں جس طرح کہ ہم جہمیت ارجائین اور تفریط کے خلاف ہیں یہ دونوں چیزیں (غلو اور غلو کرنے والے) امت کے لیے نقصان دہ ہیں ہم اس سے متنبہ کرتے رہیں گے۔ان کے طور طریقوں سے لوگوں کو اجتناب کرنے کی دعوت دیں گے۔ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اس صحیح اور معتدل منہج کی طرف رہنمائی کی ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط نہ غلو ہے نہ ارجاء نہ جفاء۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عبد المنعم مصطفی حلیمہ ابو بصیر الطرطوسی حفظہ اللہ